شهر رمضان الذي أنزل فيه القرآن

انوارات رمضان المبارک

- رمضان المبارک
- روزہ
- تراویح
- زکوٰۃ
- اعتکاف
- شب قدر
- صدقۃ الفطر

تالیف

مولانا قاری محمد سلمان الخیر النعیمی قاسمی

استاذِ عربی دار العلوم وقف شاہ بہلول سہارنپور، یوپی، الہند

شائع کردہ

دار المطالعہ

نعیمیہ لائبریری، بڈھا کھیڑہ، کاتلہ ضلع سہارنپور، یوپی، الہند

ANWARAT-E-RAMAZAN

BY : MOULANA QARI M. SALMAN ALKHER NAIMI QASMI

- اللآلي في أهمية الاسناد والسند العالي (مکمل عربی)
- شَمَائِلُ النَّبِي
- الدر الثمين فی اثبات عقد التسابيح والاوراد باليمين
- دبستانِ قرآن مجید
- دبستان حدیث
- تحفۂ عمرہ
- تحفۂ دعاء
- مقالاتِ نور ہدایت
- وقوف النبي في القرآن الكريم
- اصلاحی مقالات
- دینی فلاحی نصاب
- تحفۂ عید الاضحیٰ
- تحفۂ محرم الحرام

Published By

DAR-UL-MUTALA

Naimiya Library, Buddha Kera Katla, Distt. Saharanpur-247001 (U.P.) INDIA

Mob. 9084150312, E-mail : maktabdeeniyat2017@gmail.com

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ،الآیة.(البقرۃ:۱۸۵)

’’رمضان کامہینہ وہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا ہے،اس کا وصف یہ ہے کہ وہ لوگوں کے لئے ہدایت ہےاور واضح الدلالۃ ہے،منجملہ ان کتب کے جو کہ ہدایت ہیں اور فیصلہ کرنے والی ہیں‘‘۔

انوارِاتِ رمضان المُبارک

رمضان المبارک اوراس میں مشروع مختلف الانواع عبادات کے فضائل ومناقب،برکات وثمرات،احکام ومسائل،آداب وشرائط قرآن وسنت،آثارِسلف اوراَقوالِ خلف کی روشنی میں

تالیف مولانا قاری محمد سلمان الخیر نعیمی قاسمی

استاذِ عربی دارالعلوم وقف شاہ بہلول سہارنپور یوپی،الہند

ومعتمد جامعہ عربیہ احسن العلوم

شیخ الہند کالونی بڈھا کھیڑہ کاتلہ ضلع سہارنپور یوپی انڈیا

شائع کردہ

دارالمطالعہ

نعیمیہ لائبریری،بڈھا کھیڑہ،کاتلہ ضلع سہارنپور،یوپی،الہند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ اللہ اللہ

☆اللہ جل جلالہ☆اللہ جل جلالہ☆اللہ جل جلالہ☆اللہ جل جلالہ☆اللہ جل جلالہ

☆تفصیلات☆

﴿جملہ حقوقِ ملکیت بحق ’’**دارالمطالعة**‘‘ محفوظ ہیں۔﴾

کتاب کا نام: **انوارِاتِ رمضان المبارک**

تالیف: **محمد سلمان الخیر نعیمی سہارنپوری**

خادم التدریس: دارالعلوم وقف شاہ بہلول سہارنپور،یوپی،انڈیا

اشاعت: شعبان المعظم:۱۴۴۰ھ☆اپریل:۲۰۱۹ء

ناشر: **دارُالمطالعة**:نعیمیہ لائبریری،بڈھاکھیڑہ کاتلہ،ضلع سہارنپور،یو۔پی،انڈیا

باہتمام (قاری)احمد نعیمی مظاہری،خادم **لجنة العلماء**.9897243116

کمپوزنگ: الاحسن نعیمی کمپیوٹر،خورشید منزل،نزد مسجد خانقاہ،بڈھاکھیڑہ کاتلہ،ضلع سہارنپور

﴿ضروری درخواست﴾

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے،بشری طاقت اور بساط کے مطابق کتابت،طباعت،تصحیح،حوالہ جات وغیرہ میں بھرپور احتیاط برتی گئی ہے،پھر بھی بہ تقاضائے بشریت اگر کوئی فروگذاشت اور غلطی نظر آئے،تو ازراہِ کرم مطلع فرمادیں،ان شاء اللہ آئندہ اس کی اصلاح کردی جائے گی اور ہم نشاندہی کے لیے بے حد شکرگزار رہوں گے۔

عرض گزار

خدامِ دارُالمطالعة

9897243116,7417677301

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

انتساب ۸
عرضِ مرتب ۹
تحفۂ رمضانُ المبارک ۱۲
رمضان المبارک کا چاند ۱۳
نیا چاند دیکھنے کی دعائیں ۱۶
رمضان المبارک؛ افضل ترین مہینہ ۱۸
رمضان کی لفظی ومعنوی تحقیق ۱۹
رمضان المبارک کی فضیلت دوسرے مہینوں پر ۲۰
رمضان المبارک اور قرآن کریم ۲۲
رمضان المبارک میں قرآن مجید اور دوسری آسمانی کتابوں کا نزول ۲۴
قرآنِ مقدس کا رمضان المبارک کے ساتھ تعلق کیسے؟ ۲۶
رمضانُ المبارک گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ۲۶
دو مہینے پہلے رمضان المبارک کا انتظار اور سلامتی کی دعاء ۲۷
اس مبارک مہینہ میں شیطان کی گرفتاری ۲۹
شیاطین کے قید ہونے کے باوجود گناہوں کی وجہ ۳۱
رمضانُ المبارک کا تعارفی خطبہ ۳۳
نبی کریم ﷺ کا رمضان کا اہتمام فرمانا ۳۵
اُمتِ محمدیہ پر پانچ خصوصی عنایتیں ۳۵
رمضان میں گناہوں کی بخشش ۳۶
رمضان المبارک میں خیر کی توفیق ۳۷
رمضان المبارک کے استقبال میں جنت کی آرائش ۳۸
رمضان المبارک میں لاکھوں افراد کی جہنم سے آزادی ۳۸
رمضان المبارک کے روزے کی تلافی نہیں ہوسکتی ۳۹
رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں عبادت کا اہتمام ۴۰
رمضان المبارک کی ناقدری کرنے والے کے لیے بددعا ۴۰
رمضان المبارک کی ناقدری کرنے والے کی سزا ۴۱
تحفۂ روزہ ۴۵
روزہ کی فرضیت ۴۶
روزے کب فرض ہوئے؟ ۴۶
روزہ؛ تقویٰ کے حصول کا اہم ذریعہ ۴۷
روزہ کا بے انتہاء اجر وثواب ۴۷
اس اُمت کو رمضان میں پانچ خصوصی چیزیں عطا ہونا ۴۹
روزہ داروں کے لیے جنت کا خصوصی دروازہ ۵۰
روزہ اور قرآن کی سفارش ۵۱
روزہ دار کی دعا رَد نہیں ہوتی ہے ۵۱
روزہ کی حالت میں ناجائز اُمور سے خوب بچنا چاہیے ۵۲
روزہ کی حالت میں زبان کی حفاظت کیجیے ۵۲
روزہ جہنم سے بچاؤ کے لیے ڈھال ہے ۵۴
روزہ سے تندرستی میں اضافہ ۵۴
روزہ بدن کی زکوۃ ہے ۵۵
روزہ سے متعلق چند اہم احکام ومسائل ۵۵
روزہ کس پر فرض ہے؟ ۵۵
کن حالتوں میں روزہ رکھنا درست نہیں؟ ۵۵

کن حالتوں میں روزہ نہ رکھنا مباح ہے؟ ۵۶
ہر روزہ کی الگ الگ نیت کرنا ۵۶
نصف النہار سے پہلے پہلے فرض ونفل روزہ کی نیت ۵۶
زبان سے نیت ضروری نہیں ۵۶
نیت کے بعد صبح صادق سے پہلے کھانا پینا ۵۷
سحری کی فضیلت ۵۷
سحری میں تاخیر کرنا ۵۷
بلاسحری روزہ رکھنا ۵۷
افطار میں جلدی کرنے کا حکم ۵۸
افطار کے مسنون کلمات ۵۸
کھجور یا پانی سے افطار کا حکم ۵۸
عورت صبح صادق کے بعد حیض سے پاک ہوئی ۵۸
دس سال سے کم عمر بچوں سے روزہ رکھوانا ۵۹
نوٹ ۵۹
وہ کام جو روزہ میں مفسد نہیں ہیں، یعنی ان سے روزہ نہیں ٹوٹتا ۵۹
نوٹ ۶۰
وہ کام جو روزہ میں مفسد ہیں، یعنی ان سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ۶۲
کفارہ کب واجب ہوتا ہے؟ ۶۳
کفارہ کیا ہے؟ ۶۳
روزہ کے مستحبات ۶۴
تحفۂ تراویح ۶۵
نمازِ تراویح ایک سالانہ عبادت ۶۶
تراویح کا ثبوت دورِ نبوت اور دورِ صحابہ میں ۶۶
تراویح کی کتنی رکعات ہیں؟ ۷۲
بیس رکعات تراویح پر بعض مرفوع روایات ۷۶
بیس رکعات تراویح پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات ۷۸
بیس رکعات تراویح کا نقلاً وعقلاً ثبوت ۷۹
عمل کے لیے اتنا ثبوت کافی ہے ۸۱
تراویح بیس ہی رکعات کیوں پڑھنی چاہیے؟ ۸۱
علمی تحقیق ۸۲
بیس (۲۰) رکعات تراویح کا شرعی ثبوت ۸۳
بیس رکعات تراویح؛ جمہور علماء کا موقف اور اجماعِ اُمت ۸۴
تراویح میں ختمِ قرآن ۸۸
تراویح کے کچھ اہم اور کارآمد مسائل ۹۰
تراویح کی شرعی حیثیت ۹۰
تراویح کا وقت ۹۰
تراویح کی جماعت ۹۰
تراویح کی نیت ۹۰
تراویح میں کتنی مرتبہ ختمِ قرآن کیا جائے؟ ۹۱
ایک مسجد میں تراویح کی دو جماعتیں ۹۱
حافظہ عورت کا تراویح میں قرآن سنانا ۹۱
مرد امام کا عورتوں کو تراویح پڑھانا ۹۲
تراویح میں ایک سلام سے تین رکعتوں کا حکم ۹۲
تراویح میں ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھنا ۹۲
تراویح میں ہر چار رکعت پر کچھ دیر بیٹھنا ۹۳
ترویحہ میں کیا پڑھیں؟ ۹۳
تراویح کی بعض رکعات جماعت سے چھوٹ گئیں ۹۳
اگر مسجد میں عشاء کی جماعت نہ ہو تو تراویح باجماعت نہ پڑھیں ۹۳
تنہا عشاء پڑھنے والے شخص کا تراویح اور وتر باجماعت پڑھنا ۹۴
رمضان میں وتر باجماعت افضل ہے ۹۴

تراویح کی قضا نہیں ہے ۹۴
ایک جگہ تراویح پڑھ کر دوسری جگہ تراویح میں شریک ہونا ۹۴
تراویح میں مراہق کا لقمہ دینا ۹۴
مراہق سامع کو پہلی صف میں امام کے پیچھے کھڑا کرنا ۹۵
تراویح میں نابالغ کی امامت ۹۵
ڈاڑھی کٹانے والے فاسق کی امامتِ تراویح کا حکم ۹۵
تراویح میں دیکھ کر قرآن کریم پڑھنا ۹۵
سجدۂ تلاوت کے بعد دوبارہ سورۂ فاتحہ پڑھنا ۹۶
ختمِ قرآن کے موقع پر حافظ صاحب کو ہار پہنانا ۹۶
تراویح میں نابالغ حافظِ قرآن کا امامت کرنا ۹۶
ٹیپ ریکارڈ کے ذریعے تراویح ۹۸
ٹی۔وی سے تراویح کی نماز ۹۸
گھروں میں باجماعت تراویح پڑھنا ۱۰۰
ختمِ قرآن کے موقع پر مٹھائی کی تقسیم اور مساجد کی بے قدری ۱۰۱
ختمِ قرآن کریم کے موقع پر مٹھائی تقسیم کرنے کی شرعی حیثیت ۱۰۳
مٹھائی کے لیے چندہ کا شرعی حکم ۱۰۵
تراویح کی کچھ خاص حکمتیں اور مصلحتیں ۱۰۶
تراویح رمضان ہی میں کیوں مقرر ہوئیں؟ ۱۰۶
تراویح کے رات میں مقرر ہونے کی وجہ ۱۰۶
تراویح میں مجاہدہ ۱۰۷
تراویح ایک مجاہدہ ہے جس سے تکبر کا علاج ہوتا ہے ۱۰۸
تراویح ایک آسان مجاہدہ ہے ۱۰۹
تراویح ہمیشہ کیوں نہیں؟ ۱۱۱
دوسروں کے مجاہدوں اور شریعت کے تجویز کردہ مجاہدوں کا فرق ۱۱۱
ضروری تنبیہ ۱۱۲
تراویح سنتِ مؤکدہ ہے، اس کا بہت اہتمام کرنا چاہیے ۱۱۳
تراویح سنتِ مؤکدہ ہے، اس کے چھوڑنے سے گناہ ہوگا ۱۱۴
تراویح کے سنتِ مؤکدہ ہونے کی دلیل ۱۱۵
تحفۂ زکوۃ ۱۱۶
زکوۃ: اسلام کا مہتم بالشان فریضہ ۱۱۷
زکوۃ کی حکمت ۱۱۸
فریضۂ زکوۃ ۱۱۸
شکر ادا کیجیے! ۱۲۰
زکوۃ وصدقہ: مال میں اضافہ کا سبب ہے ۱۲۲
نقد فائدہ ۱۲۴
آخرت کا نفع ۱۲۵
صرف چالیسواں حصہ ۱۲۶
زکوۃ نہ دینے پر سخت عذاب کی وعید ۱۲۷
زکوۃ کی فرضیت ۱۲۸
بے ہوش صاحبِ نصاب پر زکوۃ ۱۲۹
وجوبِ زکوۃ کی شرطیں ۱۲۹
زکوۃ کی ادائیگی کب واجب ہوتی ہے ۱۲۹
سال کے درمیان میں نصاب گھٹ جائے؟ ۱۳۰
اضافہ شدہ رقم نصاب میں شامل ہوگی ۱۳۰
زکوۃ میں قمری سال کا اعتبار ہے ۱۳۰
تنبیہ ۱۳۰
زکوۃ جلد از جلد ادا کرنی چاہیے ۱۳۱
زکوۃ میں کتنا مال دیا جائے ۱۳۱
سونے کا نصاب ۱۳۱
چاندی کا نصاب ۱۳۱

سونا، چاندی دونوں نصاب سے کم ہوں؟ ۱۳۲
اگر زیور کے ساتھ روپیہ بھی ہو؟ ۱۳۲
تجارت کی نیت سے خریدے گئے فلیٹ کو کرایہ پر دینا ۱۳۲
حج کے لیے رکھے ہوئے روپیوں پر زکوۃ ۱۳۳
ٹینٹ ہاؤس کے سامان پر زکوۃ کا حکم ۱۳۳
تجارتی پلاٹوں اور فلیٹوں پر زکوۃ ۱۳۳
مچھلی پالن پر زکوۃ ۱۳۳
شادی کے لیے رکھے گئے زیورات پر زکوۃ ۱۳۴
کس طرح کے اموال میں زکوۃ واجب نہیں ہے؟ ۱۳۴
پیشگی زکوۃ ادا کرنا ۱۳۵
مالِ تجارت میں فروختگی کی قیمت کا اعتبار ۱۳۵
مالِ حرام میں زکوۃ کا مسئلہ ۱۳۶
مالک کا زکوۃ کے نوٹ ادل بدل کرنا ۱۳۶
وکیل کا زکوۃ کے روپے تبدیل کرنا ۱۳۶
زکوۃ کی ادائیگی اور مصارف ۱۳۷
زکوۃ کے مصارف ۱۳۷
زکوۃ خوش دلی سے دی جائے ۱۳۸
احسان نہ جتائیں ۱۳۹
زکوۃ کے مستحق کون لوگ ہیں؟ ۱۳۹
قریبی رشتہ داروں کا حق ۱۴۰
فائدہ ۱۴۰
کن لوگوں کو زکوۃ دینا جائز نہیں ۱۴۰
مدارس میں زکوۃ دینے میں دوہرا ثواب ۱۴۱
تملیک اور حیلۂ تملیک ۱۴۱
تنبیہ ۱۴۱
حیلۂ تملیک کی کئی صورتیں ہیں ۱۴۲
مدرسہ کا مہتمم کس کا وکیل ہے؟ ۱۴۳
جس مدرسہ میں مصرفِ زکوۃ نہ ہو اس میں زکوۃ صرف کرنا ۱۴۳
رمضان المبارک میں زکوۃ ادا کرنے کا ثواب ۱۴۴
زکوۃ کی رقم چوری ہوگئی ۱۴۴
تحفۂ اعتکاف ۱۴۵
اعتکاف کی اہمیت وفضیلت ۱۴۶
اعتکاف کیا ہے؟ ۱۴۷
رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف ۱۴۸
عام معاشرہ میں اعتکاف سے بے رغبتی ۱۴۹
اعتکاف کے احکام ومسائل ۱۵۰
مسنون اعتکاف ۱۵۰
ہر آبادی میں اعتکاف ۱۵۰
واجب اعتکاف ۱۵۰
واجب اور مسنون اعتکاف کے صحیح ہونے کی شرائط ۱۵۱
معتکف کے لیے کن اعذار کی بنا پر مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے؟ ۱۵۲
معتکف کا قضائے حاجت کے لیے آتے جاتے سلام کلام کرنا ۱۵۲
کیا معتکف بیڑی پینے کے لیے باہر جا سکتا ہے؟ ۱۵۲
معتکف کا بدن کی صفائی یا ٹھنڈک کے لیے غسل کرنا ۱۵۳
نوٹ ۱۵۳
جمعہ کے غسلِ مسنون کے لیے مسجد سے باہر جانا ۱۵۳
اعتکاف کی حالت میں احتلام ہو جانا ۱۵۴
معتکف کا ڈاکٹر کو دکھانے کے لیے جانا ۱۵۴
معتکف کا مسجد میں موبائل پر بات کرنا ۱۵۴
حیض ونفاس مفسدِ اعتکاف ہے ۱۵۴

مسنون اعتکاف ٹوٹ جائے تو اس کی قضاء کیا ہے؟ ۱۵۵
نفلی اعتکاف ۱۵۵
نوٹ ۱۵۵
عورت کا اعتکاف ۱۵۵
اعتکاف کرنے والی عورت کا گھر کے صحن میں آنا ۱۵۶
عورت کا اپنے معتکف میں رہتے ہوئے گھر کے کام کرنا ۱۵۶
تحفۂ شبِ قدر ۱۵۷
شبِ قدر کے فضائل ومناقب ۱۵۸
شبِ قدر کا معنی ومفہوم ۱۵۸
شبِ قدر اُمتِ محمدیہ (ﷺ) کی خصوصیت ۱۵۹
پہلی اُمتوں میں عابد کسے کہا جاتا تھا؟ ۱۵۹
شبِ قدر کی عظمت واہمیت ۱۶۰
شبِ قدر قرآن کریم کی روشنی میں ۱۶۱
شبِ قدر کی فضیلت اور سورۂ قدر کا نزول ۱۶۳
شبِ قدر کی عبادت کا مقام حضرت سلیمانؑ اور ذوالقرنینؑ کی سلطنت سے بھی اونچا ۱۶۴
لیلۃ مبارکۃ کی تفسیر ۱۶۵
شبِ قدر احادیثِ طیبہ کی روشنی میں ۱۶۷
شبِ قدر کو رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں تلاش کیا جائے ۱۶۸
شبِ قدر میں بکثرت پڑھنے کی دعا ۱۶۹
شبِ قدر کی تعیین وتلاش ۱۷۰
اختلاف اور جھگڑے کی وجہ سے کبھی توجہ ہٹ جاتی ہے ۱۷۱
کیا شبِ قدر ستائیسویں شب میں ہوتی ہے؟ ۱۷۳
تحفۂ صدقۃ الفطر ۱۷۷
صدقۃ الفطر کے احکام ومسائل ۱۷۸
صدقہ؛ مال میں خیر وبرکت اور اضافہ کا سبب ہے ۱۷۸
عید کی خوشیوں میں غریبوں کو بھی شریک ہونے کا موقع فراہم کیجیے ۱۸۰
نقد فائدہ ۱۸۲
روزہ کی زکوۃ ۱۸۳
صدقۂ فطر کس پر واجب ہے؟ ۱۸۴
فائدہ ۱۸۴
خالی پڑے مکانات کی قیمت پر صدقۂ فطر واجب ہے ۱۸۵
مسافر پر صدقۂ فطر ۱۸۵
جو مریض رمضان کے روزے نہ رکھ سکا ہو اس پر صدقۂ فطر ۱۸۵
مال ضائع ہوجانے کے باوجود صدقۃ الفطر کا وجوب برقرار ۱۸۵
صدقۃ الفطر کے وجوب کا وقت ۱۸۶
نابالغ بچوں کی طرف سے صدقۂ فطر ۱۸۶
بڑی اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر ۱۸۶
کیا بیوی کا صدقۂ فطر شوہر پر ہے؟ ۱۸۶
صدقۃ الفطر کی ادائیگی کا مستحب وقت ۱۸۶
صدقۂ فطر رمضان المبارک میں ادا کرنا ۱۸۷
عید کی نماز کے بعد صدقۂ فطر ادا کرنا ۱۸۷
صدقۂ فطر کی شرعی مقدار ۱۸۷
صاحب حیثیت حضرات کے لیے مشورہ ۱۸۷
صدقۂ فطر میں بازاری بھاؤ کا اعتبار ہے ۱۸۸
سادات کے لیے صدقۂ فطر حلال نہیں ۱۸۸
فطرہ کی رقم مسجد یا قبرستان میں لگانا ۱۸۸
قارئین کرام سے ایک ضروری اپیل ۱۹۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

☆...... مرکزِ علم وفن، ازہر ہند، ام المدارس، مادرِ علمی، دار العلوم دیوبند
مخزن اسرار وحکم مادرِ علمی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور
منبع علوم ومعارف مادرِ علمی دار العلوم شاہ بہلول، سہارنپور کے نام
جن کے عالمی وآفاقی معیارِ تعلیم وتربیت، زعفران زار فضاؤں اور علمی واصلاحی ماحول میں رہ کر دینی تبلیغ اور علمی واصلاحی خدمت واشاعت کا ولولہ اور جذبۂ صادقہ وجود میں آیا۔

☆...... مشفق ومربی محسن ومکرم والدین محترمین کے نام

اور

☆...... اُن تمام اساتذۂ گرامی قدر کے نام جن کے سامنے احقر نے زانوئے تلمذ تہہ کیا، اور جن کی دینی، علمی، عملی، فکری، اصلاحی اور قلمی ذہن سازی اور پُر خلوص محبت ومحنت کے طفیل کسی درجہ علم دوستی اور کتب بینی کا ذوق وشوق عطا ہوا۔

جزاهم الله عني وعن هذا الدين أحسن الجزاء. آمين

تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں

محمد سلمان الخیر نعیمی سہارنپوری
غَفَرَ اللّٰہُ ذُنُوبَہٗ وَسَتَرَ عُیُوبَہٗ
نزیل حال دار العلوم وقف شاہ بہلول، سہارنپور، یوپی، انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

الحمد لله ربّ العٰلمين، والصَّلوةُ والسَّلامُ على سيِّد الأنبياء و المرسلين محمَّد وعلى آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين. أمَّابعدُ:

اللہ رب العزت نے دین اسلام کو طرح طرح کے دلکش اور روحِ افزا عبادتی گلدستوں سے سجایا ہے، بالخصوص رمضان المبارک کو تو گویا محض عبادت ہی کے لیے مختص کیا گیا ہے، کہیں روزہ ہے تو کہیں تراویح، کہیں سحری کا دُلربا منظر ہے تو کہیں افطار کا روح پرور نظارہ، کہیں اس ماہ کی مبارک راتوں میں تراویح میں تلاوتِ کلام مقدس کا دور دورہ ہے، تو کہیں اس ماہ کے مبارک ایام میں مختلف الانواع عبادات کا شہرہ، کہیں اعتکاف کے بہانے تقربِ الٰہی کی کوششیں ہیں تو کہیں شبِ قدر کی تلاش وجستجو کا ایمان افروز نظارہ، ان تمام رُوحِ افزا وایمان افروز نظار ہائے اعمالِ جنت کو دیکھ کر دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اس ماہِ مبارک کی ان مختلف الانواع عبادات کے بھی کچھ احکام ومسائل جمع کیے جائیں، تاکہ بالخصوص عوام اور کم فرصت حضرات کے لیے پیش آمدہ اور ضروری احکام ومسائل مختصر وقت میں آسانی کے ساتھ مہیا ہوسکیں۔

آپ حضرات کے علم میں ہے کہ الحمدللہ مختلف احکام اسلام کے فضائل ومسائل پر مشتمل دینی تحائف کا سلسلہ بخیر وخوبی جاری ہے، اسی مبارک سلسلہ کی ایک اہم کڑی یہ ’’انوارات رمضان المبارک‘‘ (تحفۂ رمضان المبارک) نامی کتاب بھی ہے، جس میں انتہائی آسان اور عام فہم انداز میں رمضان المبارک اور اس میں مشروع ومروج مختلف الانواع عبادات (روزہ، تراویح، اعتکاف، شبِ قدر، زکوۃ، صدقۃ الفطر) کے فضائل ومسائل، مناقب

ومحامد، سنن وآداب، اور دُنیوی واُخروی منافع جیسے اہم مہم مضامین پر مشتمل معتبر ومستند اور کارآمد باتیں ذکر کی گئی ہیں، اُمید ہے کہ گزشتہ تحائف کی طرح یہ تحفہ بھی مسلمانوں کے لیے نفع رسانی کا باعث ہوگا۔

اہل علم وعرفان سے انتہائی ادب سے گزارش ہے کہ وہ شاعر کے شعروں....

وَاِنْ تَجِدْ عَيْبًا فَسُدَّ الْخَلَا
جَلَّ مَنْ لَاعَيْبَ فِيْهِ وَعَلَا
مَنْ عَابَ عَيْبًا لَهٗ عُذْرٌ فَلَا وَزَرَا
يُنْجِيْهِ مِنْ عَزَمَاتِ اللَّوْمِ مُتَّئِرًا
وَاِنَّمَا هِيَ أَعْمَالٌ بِنِيَّتِهَا
خُذْ مَاصَفَا وَاحْتَمِلْ بِالْعَفْوِ مَاكَدَرًا

کو سامنے رکھتے ہوئے ہر قسم کی غلطی (جو کہ میری اور شیطان کی طرف سے ہوگی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اس سے بری ہیں) کی اصلاح بھی کریں اور آگاہ بھی کریں، میں انتہائی ممنون ہوں گا؛ جیسا کہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

رَحِمَ اللّٰهُ مَنْ أَهْدٰى اِلَيْنَا عُيُوْبَنَا۔ (صيد الخاطر: ٩٥)

’’اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے، جو ہماری غلطیاں (ان کی نشاندہی) ہمیں ہدیہ کے طور پر دیتا ہے (جو ہماری اصلاح کا ذریعہ بنتا ہے)‘‘

احباب کا کرم ہے اگر نکتہ چیں نہ ہوں
ورنہ ہم آپ معترف اپنی خطا کے ہیں

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر برادرِ مکرم استاذِ محترم جناب حضرت مولانا مفتی محمد نعیمی صاحب مظاہری مدظلہ، استاذ عربی و نائب صدر مفتی جامعہ اسلامیہ ریڑھی تاجپورہ کا شکریہ نہ ادا کیا جائے کہ انہوں نے اس کتاب کو از اوّل تا آخر پڑھ کر تصحیح کی خدمت انجام دی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء.

بارگاہِ الٰہی میں بہ کمالِ عجز و نیاز و شرمندگی دست بدعاء ہوں کہ مجھ عاجز وفقیر کی یہ کوشش بھی مقبول و منظور ہوکر مفیدِ عوام و خواص ہوجائے اور میرے لیے، میرے والدین، اَساتذہ و مشائخ اور دوست واَحباب کے لیے صدقۂ جاریہ ہوکر ذریعۂ نجات ہوجائے۔ آمین.

الٰہی! گرچہ یہ "تحفہ" میرا نا قابل منظور ہے
پر جو ہو مقبول، کیا رحمت سے تیری دور ہے

خاکپائے اساتذہ ومشائخ

محمد سلمان الخیر نعیمی سہارنپوری

خادم التدریس: دار العلوم وقف شاہ بہلول، سہارنپور، یوپی، الہند

معتمد: جامعہ عربیہ احسن العلوم ومکتب دینیات شیخ الہند بڈھا کھیڑہ کا تلہ، ضلع سہارنپور، یو۔پی انڈیا

۷؍شعبان المعظم: ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۴؍اپریل: ۲۰۱۹ء، بروز یکشنبہ، قبیل صلوۃ العصر

کسی خاک پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو
جوانی کر فدا اُس پر، جس نے دی جوانی کو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحفۂ رَمَضَانُ المُبَارَک

ماہِ محترم "رمضان المبارک" کے فضائل ومناقب، احکام ومسائل
اور برکات قرآن وسنت کی روشنی میں

مرتب

مولانا قاری محمد سلمان الخیر نعیمی قاسمی
استاذِ عربی دار العلوم وقف شاہ بہلول سہارنپور یوپی، الہند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان المبارک کا چاند

ہجری (یعنی چاند کی اسلامی) تاریخ کا خیال رکھنا اور اس کو زندہ و باقی رکھنا تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے، اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ چاند کی تاریخ، مہینہ، اور سنہ کا علم اور حساب رکھنا سب مسلمانوں پر فرضِ کفایہ ہے، کیونکہ (مہینے اور سال کے سلسلے میں) شرعی احکام ومسائل کا دارومدار ہجری (چاند کی تاریخ) کے حساب پر ہے؛ چنانچہ رمضان المبارک کی ابتداء وانتہاء بھی چاند سے ہوتی ہے، جس میں روزے کی فرضیت، تراویح کا قیام، اعتکاف اور شبِ قدر وغیرہ جیسے مہتم بالشان اعمال یعنی رمضان المبارک کے مہینہ سے وابستہ تمام احکام ومسائل کی تفصیل داخل ہے، اسی طرح عیدین اور دوسرے تمام اسلامی احکام بھی چاند کی تاریخوں سے وابستہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ، قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ. (البقرة:۱۸۹)

ترجمہ: (اے نبی!) آپ سے (یہ) لوگ نئے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں، (پس) آپ کہہ دیجیے کہ وہ اوقاتِ مقررہ ہیں لوگوں کے واسطے اور حج کے واسطے۔

یعنی چاند کے ذریعے تاریخوں اور مہینوں کا حساب معلوم ہوتا ہے، جس پر معاملات اور عبادات، حج وغیرہ کی بنیاد ہے۔

اسی مضمون کو اللہ رب العزت نے سورۂ یونس کی آیت میں اس عنوان سے بیان فرمایا ہے:

وَقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ. (یونس:۵)

جس سے معلوم ہوا کہ چاند کو مختلف منزلوں اور مختلف حالات سے گزارنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سال اور مہینوں وتاریخوں کا حساب معلوم ہو سکے۔

(معارف القرآن:۱/۴۶۷)

اسی وجہ سے چاند کے دیکھنے کو بھی عبادت قرار دیا گیا ہے؛ کیونکہ چاند کی تاریخوں کی حفاظت چاند دیکھنے سے ہی ہوسکتی ہے۔ اور اسی وجہ سے نیا چاند دیکھنے کے وقت کی احادیث میں مستقل دعائیں موجود ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَحْصُوْا هِلَالَ شَعْبَانَ لِرَمَضَانَ. (سنن الترمذي، رقم:٦٨٧، مستدرك حاكم، رقم:١٥٤٨)

ترجمہ: شعبان کے چاند (اور اس کی تاریخوں) کو خوب اچھی طرح محفوظ رکھو؛ تاکہ رمضان کا حساب ہوسکے۔

یعنی رمضان المبارک کے صحیح حساب کے لیے شعبان کا چاند اور اس کی تاریخوں کو خصوصیت سے یاد رکھا جائے، جب شعبان کی آخری تاریخ ہو، تو رمضان المبارک کا چاند دیکھنے میں پوری کوشش کی جائے۔

مناظر اہل سنت والجماعت حضرت مولانا منظور احمد نعمانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

مطلب یہ ہے کہ رمضان المبارک کی خاطر شعبان کا چاند دیکھنے اور اس کی تاریخیں یاد رکھنے کی بھی خاص فکر اور خاص اہتمام کیا جائے اور جب شعبان کے مہینے کے انتیس دن ہوجائیں، تو رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کی پوری کوشش کی جائے؛ کیونکہ یہ اُمت پر فرض

کفایہ ہے، اگر کوئی بھی کوشش نہ کرے گا، تو سب گنہگار رہوں گے۔
(معارف الحدیث: ٤/۱۲۵)

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَالاَيَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهٖ ثُمَّ يَصُوْمُ لِرُؤْيَةِ رَمَضَانَ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلٰثِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ.

(سنن ابی داؤد: ۱/۳۱۸، مشکوۃ المصابیح: ۱/۱۷٤)

ترجمہ: نبیٔ اکرم ﷺ جتنا شعبان کے ایام گننے کا اہتمام کرتے تھے، اتنا دیگر کسی مہینہ کا اہتمام نہ فرماتے تھے، پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے، اگر مطلع ابر آلود ہوتا، تو تیس (۳۰) کا عدد پورا فرماتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اُنتیس (۲۹) شعبان کو رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے، اور اگر اس دن چاند نہ دکھائی دے، تو تیس (۳۰) کا عدد پورا کر لینا چاہیے۔ (کتابُ المسائل: ۲/۱۱۵)

ایک روایت میں ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَصُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ اُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوْا لَهٗ ثَلٰثِيْنَ.

(صحیحُ البخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن النسائی)

ترجمہ: تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو (اگر اَبر (بادل) وغیرہ کی وجہ سے) اشتباہ ہو جائے، تو مہینہ تیس دن کا قرار دو۔

اس حدیث میں روزہ رکھنے سے مراد رمضان کا شروع ہونا اور افطار کرنے سے مراد

شوال کے مہینہ کا شروع ہو جانا اور عید الفطر منانا ہے، یعنی رمضان المبارک کے مہینہ کے شروع ہونے اور ختم ہونے کا دارومدار چاند کے نظر آنے پر ہے۔

چاند دیکھنے سے متعلق مزید احکام ومسائل کی تفصیل ہماری کتاب "**تحفۂ عید الفطر**" میں ملاحظہ فرمائیں۔

نیا چاند دیکھنے کی دعائیں

نبیٔ اکرم ﷺ سے چاند دیکھنے کے وقت کی دعائیں بھی منقول ہیں؛ کیونکہ یہ بھی دعاء کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے، جن میں سے چند ایک یہاں بھی ذکر کی جاتی ہیں، ان میں سے کوئی بھی پڑھی جا سکتی ہے، اگر عربی میں نہ ہو سکے تو اردو میں ان کا ترجمہ پڑھ لیں اور اسی قسم کی دعائیں کر لیں، تفصیلات کے لیے ہماری کتاب ''تحفۂ دعاء'' کا مطالعہ وملاحظہ کیا جائے۔

(۱)... **اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذَا الشَّهْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ سُوْءِ الْقَدْرِ وَمِنْ شَرِّيَوْمِ الْمَحْشَرِ.** (مسند احمد، المعجم الکبیر للطبرانی، الجامع الصغیر)

ترجمہ: اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اللہ کے علاوہ کوئی طاقت اور قدرت نہیں ہے، اے اللہ! میں آپ سے اس مہینہ کی خیر اور بھلائی کو چاہتا ہوں اور بُری تقدیر سے اور قیامت کے دن کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

(۲)... **اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ.** (سنن الترمذی، مسند احمد، مستدرک حاکم، الجامع الصغیر، کنز العمال، رقم: ۱۸۰٤۲)

ترجمہ: اے اللہ! اس کو ہمارے اوپر مبارک ہونے کی حالت میں اور ایمان کے ساتھ نکلا ہوا رکھ اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ نکلا ہوا رکھ (اے چاند!) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔

(۳)...هِلَالُ خَيْرٍ وَّرُشْدٍ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَيْرِ هٰذَاالشَّهْرِ وَخَيْرِ الْقَدْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّهٖ. (معجم الطبرانی،حصن حصین :......)

ترجمہ: یہ خیر اور ہدایت کا چاند ہے، اے اللہ! بے شک میں تجھ سے اس مہینے کی خیر چاہتا ہوں اور تقدیر کی خیر چاہتا ہوں اور تقدیر کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔

(٤)... اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَاخَيْرَهٗ وَنَصْرَهٗ وَبَرَكَتَهٗ وَفَتْحَهٗ وَنُوْرَهٗ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّمَابَعْدَهٗ. (مصنف ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: اے اللہ! ہمیں اس چاند کی خیر اور مدد اور اس کی برکت اور فتح یابی اور اس کی روشنی عطا فرما اور ہم اس کے شر سے اور اس کے بعد جو چیزیں ہیں ان کے شر سے تیری پناہ لیتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَمضانُ المبارک؛ اَفضل ترین مہینہ

”رمضان المبارک“ ہجری تقویم (کیلنڈر) کے اعتبار سے نواں مہینہ ہے، اسلامی سال کے مہینوں کے بالترتیب نام یہ ہیں۔

(۱) محرم (۲) صفر (۳) ربیع الاول (۴) ربیع الآخر (۵) جمادی الاولیٰ (۶) جمادی الاخری (۷) رجب (۸) شعبان (۹) رمضان (۱۰) شوال (۱۱) ذوالقعدہ (۱۲) ذوالحج۔

بالخصوص ”ماہِ رمضان المبارک“ کو اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ، فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ، وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْعَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ، يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَايُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ،وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَاهَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. (البقرة:١٨٥)

”رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا ہے، اس کا وصف یہ ہے کہ وہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور واضح الدلالۃ ہے، منجملہ ان کتب کے جو کہ ہدایت ہیں اور فیصلہ کرنے والی ہیں، سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو، اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہئے، اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو، تو دوسرے ایام کا شمار رکھنا ہے، اللہ تعالیٰ کا تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور وہ تمہارے ساتھ تنگی کرنا نہیں چاہتا، اور تاکہ تم لوگ شمار کی تکمیل کر لیا کرو، اور تاکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پانے پر اس کی بزرگی بیان کیا کرو اور

تا کہ تم لوگ شکر ادا کیا کرو‘‘۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک اور قرآنِ کریم کے درمیان خاص ربط ہے؛ لہٰذا اس مہینہ میں قرآنِ کریم کی تلاوت اور تعلیم و تعلّم کا خاص اہتمام ہونا چاہئے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اس مہینہ کی مخصوص عبادت روزہ ہے، جس سے اللہ تبارک و تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور اللہ کی نعمتوں پر شکر گزاری کی سعادت حاصل ہوتی ہے اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ روزہ کا حکم لوگوں کو مشقت میں ڈالنے کے لئے دیا گیا ہے، اس لئے آگے یہ فرمایا کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو، تو اس پر سر دست روزہ رکھنا ضروری نہیں ہے، بلکہ دوسرے وقت جب سہولت ہو اس فرض سے سبک دوش ہونے کی گنجائش ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقصد تنگی میں ڈالنا نہیں؛ بلکہ یسر اور سہولت پیدا کرنا ہے۔

لہٰذا جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے ساتھ سہولت اور شفقت کا معاملہ ہے، تو بجا طور پر بندوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اس کی تعظیم بجالائیں اور اس کی نعمتوں کی شکر گذاری میں کوئی کمی نہ کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو شکر گذار بندوں میں شامل فرمائیں، آمین۔

رمضان کی لفظی و معنوی تحقیق:

’’رَمَضَانُ‘‘ عربی لفظ ہے، اس میں رَ، مَ، اور ضَ تینوں پر زبر ہے۔

یہ ہمیشہ مذکر استعمال ہوتا ہے، ’’رَمَـضَانُ‘‘ عربی کے لفظ ’’رمض‘‘ سے بنا ہے، اور رمض کے معنی جلنے اور جلانے کے آتے ہیں۔(عمدة القاري:۸/۴۷)

اس مہینہ کا یہ نام اس لیے تجویز کیا گیا ہے کہ اس مہینہ کی یہ خصوصیت ہے کہ (اگر رمضان المبارک کا پورا ادب واحترام اور اس کے اعمال کا اہتمام کیا جائے) تو

رمضان کا مہینہ مسلمانوں کے گناہوں کو جلا کر پاک وصاف کر دیتا ہے اور دلوں میں آخرت کی فکر اور تیاری کی حرارت وگرمی پہنچتی ہے، جیسا کہ سورج کی حرارت سے مٹی، ریت اور پتھر کو گرمی پہنچتی ہے۔(تفسیر قرطبی :۲/۲۹۱، غیاث اللغات:۲۳۶)

بعض روایات سے بھی اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں ’’رمضان المبارک‘‘ کو ’’مُـکَـفِّـرٌ‘‘ یعنی گناہوں کو معاف کرنے والا فرمایا گیا ہے، اس سے بھی رمضان کے گناہوں کو جلانے و پاک کرنے کے معنی کی تائید ہوتی ہے۔(کنزُ العمال:۸/۵۹۱، رقم:۲۴۲۹۳)

رمضان المبارک کی فضیلت دوسرے مہینوں پر:

رمضان المبارک کا مہینہ دوسرے تمام مہینوں کا سردار ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے بہت سی چیزوں کو زیادہ فضیلت وعظمت عطا فرمائی ہے۔

چنانچہ انبیاء علیہم السلام میں حضرت نبیٔ اکرم ﷺ کو دوسرے نبیوں پر فضیلت بخشی، حضرت آدم علیہ السلام کو تمام انسانوں کے جدّ امجد ہونے کی فضیلت عطا فرمائی، فرشتوں میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دوسرے فرشتوں پر فوقیت دی، قرآن مجید کو دوسری آسمانی کتابوں پر فضیلت عطا فرمائی، اس اُمت محمدیہ کو دوسری اُمتوں پر فضیلت عطا فرمائی، زمین میں مسجدوں کو دوسرے خطوں پر فضیلت وعظمت دی، دنوں میں جمعہ کے دن کو دوسرے دنوں پر فضیلت دی، راتوں میں شبِ قدر کو دوسری تمام راتوں پر فضیلت بخشی اور مہینوں میں رمضان المبارک کے مہینہ کو دوسرے تمام مہینوں پر فضیلت کا شرف عطا فرمایا۔

لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ان فضیلت وعظمت والی چیزوں کا ان چیزوں کی شان کے

مطابق احترام بجالائیں۔

یہی وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل ہوا، (یعنی اس مہینہ میں قرآن مجید نازل ہونے کی ابتداء ہوئی یا لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل ہوا) یہ مہینہ اللہ کی اطاعت اس کا قرب حاصل کرنے، ہمدردی اور احسان اور نیکی کا مہینہ ہے یہ مہینہ اللہ کی مغفرت، رحمت اور اس کی رضاء حاصل کرنے کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جس کو شب قدر کہتے ہیں اس مہینہ کے اعمال کے ذریعہ سے مؤمن بندہ اپنے دین کے معاملات میں مدد حاصل کرتا ہے اور اپنی دنیا کی درستگی کو حاصل کرتا ہے۔ یہ مہینہ ایسا موسم ہے جس میں دعاء کے قبول ہونے کی ہوائیں بہت زیادہ کثرت کے ساتھ چلتی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ تمام مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے اور تمام دنوں کا سردار جمعہ کا دن ہے۔

ایک روایت میں ہے:

''تمام مہینوں کا سردار رمضان کا مہینہ ہے اور تمام مہینوں میں زیادہ معظم ومکرم ذوالحجہ کا مہینہ ہے''۔

اس مہینہ کی اہمیت وخصوصیت کے پیش نظر ایک حدیث میں اس مہینہ کو اللہ کا مہینہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''رمضان کا مہینہ اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان کا مہینہ میرا مہینہ ہے، شعبان پاک کرنے والا ہے اور رمضان گناہوں کو معاف کرنے والا ہے''۔

فائدہ: اس مبارک مہینہ کی نسبت اللہ تعالیٰ نے خاص اپنی طرف فرمائی اور یہ ظاہر ہے کہ ہر

چیز کو اس کی نسبت کی وجہ سے مقام اور مرتبہ حاصل ہوتا ہے تو اس کی نسبت کے اللہ تعالیٰ کی طرف ہونے سے معلوم ہوا کہ اس مہینہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا خصوصی تعلق ہے کہ جس کی وجہ سے یہ مبارک مہینہ دوسرے مہینوں سے ممتاز اور جدا مقام کا حامل ہے (ورنہ تمام مہینہ اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں) اور خصوصی تعلق سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات اور برکات اس مبارک مہینہ میں اس درجہ کی نازل ہوتی ہیں جو دوسرے مہینوں میں نازل نہیں ہوتیں۔ گویا کہ موسلا دھار بارش کی طرح اللہ تعالیٰ کی خصوصی تجلیات اس مبارک مہینہ میں برستی ہیں جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے حکمت اور بصیرت عطا فرمائی ہے وہ ان تجلیات کو مشاہدہ کرتے ہے اور ان کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوتے ہیں۔

رمضان میں روزوں اور اللہ کے دوسرے احکام کے ذریعہ گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے اور انسان کو نجات حاصل ہوتی ہے اس لئے اس مہینہ کو ''مکفر'' فرمایا گیا۔

رمضان المبارک اور قرآن کریم:

رمضان کا مہینہ ایسا مبارک اور عظمت والا مہینہ ہے کہ جس میں قرآنِ مقدس کو تمام انسانوں کے لیے ذریعۂ ہدایت بناکر نازل فرمایا، لہٰذا قرآنِ مقدس کا ایمان والوں کے لیے تو ہدایت کا ذریعہ ہونا واضح ہے؛ لیکن غیر ایمان والوں کے لیے بھی ہدایت کا ذریعہ ہے، جو انسان اسلام کا دشمن رہا ہو اور حضرت سید الکونین ﷺ اور صحابۂ کرام کے خون کا پیاسا رہا ہو، جوں ہی قرآنِ مقدس کو توجہ سے سنا زندگی کی کایہ پلٹ گئی۔ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو دیکھو اسلام سے پہلے اسلام کو تباہ کرنے کے لیے سوسو اونٹ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے دشمنانِ اسلام پر ایثار کیے، اور سو غلام آزاد کیے۔ (الاستیعاب: ۱/۴۱۸)

مگر قرآنِ کریم ایسی ہدایت کا ذریعہ بنا کہ منٹوں میں کایہ پلٹ گئی، پھر یہی حکیم بن حزامؓ جو کچھ اسلام سے پہلے کر چکے تھے اس پر ایسے نادم ہوئے کہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد کسی نہ کسی حد تک تلافی کے لیے سو اونٹ اللہ کے راستے میں دوبارہ ایثار فرمائے۔

(الاستيعاب: ١/٤١٨، اسد الغابه: ١/٥٢٢)

ایک عجیب بات یہ ہے کہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ عام الفیل سے ۱۳ر سال پہلے پیدا ہوئے تھے، اور ان کی کل عمر ۱۲۰ر سال ہوئی، ان میں سے ساٹھ (۶۰) سال جاہلیت میں گذرے اور ساٹھ (۶۰) سال اسلام میں (اگر چہ یہ قول وتحقیق محلِ نظر ہے)۔

(أسد الغابه: ١/٥٢٢)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھو کہ حضرت سید الکونین ﷺ کو قتل کرنے کے لیے ننگی تلوار لے کر نکلے تھے، مگر راستہ میں بہن کے یہاں قرآنِ مقدس کی چند آیتیں سن کر ان کی ایسی کایہ پلٹ گئی کہ دارِ اَرقم میں جا کر اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئے۔

(أسد الغابه: ٣/٦٤٤)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیکھو کہ دُشمنانِ اسلام کا کس قدر سرغنہ رہا ہے، اور غزوۂ اُحد میں لگ بھگ ستر (۷۰) صحابہ کی شہادت کا ذریعہ یہی خالد بن ولید بنا تھا، مگر قرآنِ مقدس ہدایت کا ایسا ذریعہ بنا کہ خالد بن ولید جیسے دشمنوں کے سرغنہ کی بھی ایسی کایہ پلٹ گئی کہ اسلام میں داخل ہو کر غزوۂ موتہ میں اسلام کی سربلندی کے لیے کیا کارنامہ انجام دیا ہے سب کو معلوم ہے۔

ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ کو دیکھو، جس کے دل میں حضرت سید الکونین ﷺ کی

دشمنی اور بغض وعناد ایسا بھرا ہوا تھا کہ آپ ﷺ کی شان میں انتہائی بے ہودہ اور شرمناک اشعار کے ذریعہ ہجو کیا کرتا تھا؛ لیکن یہی قرآنِ مقدس ہدایت کا ذریعہ بنا، اور زندگی کی کایہ پلٹ گئی، اور اسلام کی سربلندی میں ایسا شاندار کارنامہ انجام دیا کہ نبیٔ اکرم ﷺ ان سے ایسی اُمیدیں کرنے لگے کہ یہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بدل بن جائیں گے۔

(أسد الغابه: ٥/١٤٥، الاستيعاب: ٤/٢٣٧)

اسی طرح عبداللہ بن ابواُمیہؓ، ہند بنت عتبہؓ، ابوسفیان بن حربؓ کو دیکھیے کہ قرآن کریم ان جیسے اسلام کے کٹر دشمنوں کے لیے ایسا ہدایت کا ذریعہ بنا کہ دل کی دنیا ہی بدل گئی، اور یہ حضرات عمر بھر اسلام کی سربلندی وسرفرازی میں اپنے آپ کو قربان کرنے لگے۔

(البدايه والنهايه: ٤/٢٨٧، ٣/٥١، الروض الانف: ٧/٨٩، صحيح البخاري: ١/٥٣٩)

یہ چند نظائر ہیں، اگر دورِ نبوت اور خیر القرون کے زمانہ پر نظر ڈالی جائے، تو اس طرح کی مثالیں ہزاروں کی تعداد میں ملیں گی۔

اور انسانوں سے بڑھ کر قرآنِ مقدس جناتوں کے لیے بھی حیرت انگیز ہدایت کا ذریعہ ہے، جس کا ذکر قرآن مقدس میں متعدد مقامات میں ہے، اور خاص طور پر سورۂ جن میں کافی وضاحت کے ساتھ موجود ہے، کہ جب جناتوں نے قرآن کریم کی آیتیں پڑھتے ہوئے سنا تو پکار اُٹھے "اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا" ہم نے عجیب وغریب قرآن سنا ہے، جو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے، ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اور حدیثِ پاک میں بھی اس طرح کی تفصیلی روایات موجود ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔ (صحيح البخاري: ٢/٧٣٢، برقم: ٤٧٣١)

رمضان المبارک میں قرآن مجید اور دوسری آسمانی کتابوں کا نزول:

قرآن مجید رمضان المبارک کے مہینہ میں نازل کیا گیا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ،الآیة. (سورة البقرة،الآیة:١٨٥)

''رمضان کے مہینہ میں قرآن مجید نازل کیا گیا ہے، جس کا وصف یہ ہے کہ لوگوں کے لئے ہدایت اور واضح الدلالت ہے اور یہ قرآن فیصلہ کرنے والا ہے''۔

اس سے رمضان المبارک کی فضیلت واضح ہوئی، اور رسول اللہ ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں ابتداءِ دنیا سے آخر تک اپنے نبیوں پر نازل فرمائی ہیں، وہ سب کی سب رمضان المبارک ہی کی مختلف تاریخوں میں نازل ہوئی ہیں۔

حضرت واثلہ ابن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صحفِ ابراہیم علیہ السلام رمضان کی پہلی تاریخ میں اور تورات رمضان کی چھٹی تاریخ میں (زبور بارہویں میں) انجیل تیرہویں (یا ایک روایت کے مطابق اٹھارہویں) اور قرآن چوبیس تاریخ گزرنے کے بعد یعنی پچیسویں شب میں نازل ہوا۔ (معارفُ القرآن:٧/ ٧٥٧،مسند الامام أحمد:١٠٧/٤،رقم:١٧١٠٩،شعب الایمان:٤١٤/٢،برقم:٢٢٤٨)

بعض روایات میں ان کتابوں کا رمضان کی دوسری تاریخوں میں نازل ہونا بھی مذکور ہے اور قرآن مجید کے نازل ہونے کی تاریخ کا تعین شبِ قدر کے متعین ہونے پر موقوف ہے، جس کا ذکر شبِ قدر کے بیان میں آرہا ہے۔

تمام آسمانی کتابیں، یہاں تک کہ سب سے افضل واعلیٰ آسمانی کتاب ''قرآن مجید'' کے

نازل ہونے کے لیے رمضان کے مہینے کا انتخاب فرمانا اس مہینے کی فضیلت واہمیت کی واضح دلیل ہے۔ گویا کہ جو مقام وشرف آسمانی کتابوں کو دوسری کتابوں پر اور قرآن مجید کو دوسری آسمانی کتابوں پر حاصل ہے وہی مقام وشرف رمضان المبارک کے مہینہ کو دوسرے مہینوں پر حاصل ہے۔ اسی نسبت کی وجہ سے رمضان کے مہینے میں تلاوت کی فضیلت بھی زیادہ ہے۔

قرآنِ مقدس کا رمضان المبارک کے ساتھ تعلق کیسے؟

رمضان المبارک کے ساتھ قرآنِ مقدس کا بہت زیادہ گہرا تعلق ہے؛ کیونکہ قرآنِ مقدس رمضان المبارک کی مقدس ترین رات لیلۃ القدر میں آسمانِ دنیا پر پرا اکٹھا اُترا ہے، جس کا ذکر سورۂ قدر میں موجود ہے، اور جب رمضان المبارک کا مہینہ آجاتا تو حضرت سید الکونین ﷺ قرآنِ مقدس کے ساتھ کمربستہ ہوجایا کرتے تھے۔

صحیح البخاری میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رمضان کے مبارک مہینہ میں ہر رات حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لایا کرتے تھے، اور نبیٔ اکرم ﷺ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے ساتھ قرآنِ مقدس کا دور فرمایا کرتے تھے۔

(صحیح البخاري:٢/١،رقم:٦)

لہٰذا ہم سب کو بالخصوص حفاظِ کرام کو چاہیے کہ سارے سال بالاہتمام رمضان المبارک میں خصوصیت کے ساتھ قرآن کریم کے دور کا بھی نظام بنایا جائے۔

رمضان گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ:

رمضان کا مہینہ اتنا بابرکت ہے کہ اگر اس کی قدر کی جائے اور اس کے حقوق پورے

کئے جائیں تو یہ پورے سال کے صغیرہ (چھوٹے) گناہوں کی مغفرت کا باعث ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''پانچ نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں جبکہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے''۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

''ایک رمضان کا مہینہ دوسرے رمضان کے درمیان والے حصہ کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے''۔

گویا کہ رمضان کا مہینہ پورے سال کے دوسرے مہینوں کے صغیرہ گناہوں کی مغفرت کے اعتبار سے محسن ہے۔

دو مہینے پہلے رمضان کا انتظار اور سلامتی کی دعاء:

رمضان المبارک کی صحیح قدر و قیمت کا احساس دراصل نبی کریم ﷺ کو تھا، جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ رجب کا مہینہ شروع ہوتے ہی رمضان کا انتظار اور اس کے حاصل ہونے کی دعاء فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ خادم رسول حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رجب کا مہینہ شروع ہوتا، تو رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ. (عمل اليوم والليلة:٦٥٩، شعب الايمان للبيهقي:٣/٣٧٥، حلية الأولياء:٦/٢٦٩، مسند البزار:١/٢٨٥-٤٠٢، المعجم الأوسط للطبراني:٤/١٨٩، مجمع الزوائد:٢/١٦٥، فيض القدير:٥/١٣١، بلوغ الأماني:٩/٢٣١، مسند الامام

أحمد:١/٢٥٩، مسند الفردوس للديلمي:١/٤٨٥، التدوين:٣/٤٣٣، فضائل الأوقات:٤/١٠٤)

ترجمہ: اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینہ میں برکت عطا فرما، اور ہمیں رمضان تک پہنچا۔

خوش قسمتی سے بندہ اگر ماہِ رجب وشعبان تک زندہ رہا، تو اب ماہِ رمضان المبارک، نیکیوں کی فصل بہار، اعمالِ صالحہ کا سیزن قریب ہے، اس لیے دعا مانگتے رہنا چاہیے، اے اللہ! ہماری زندگی میں، صحت وعافیت میں، کاروبار میں برکت عطا فرما اور ہمارے لیے رمضان المبارک تک پہنچنا مقدر فرما۔ آمین.

یعنی ان مہینوں میں ہماری عبادت میں برکت عطاء فرمائے، اور ہماری عمر لمبی کر کے رمضان نصیب فرمائے، تا کہ رمضان کے اعمال روزہ اور تراویح کی سعادت حاصل کریں۔

اس حدیث سے رجب اور شعبان کے مہینے کا برکت والا بھی ہونا ظاہر ہوا۔

حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں رمضان کی آمد پر ان کلمات کی تعلیمات دیتے تھے:

''اے اللہ مجھے رمضان کے لیے اور رمضان کو میرے لیے صحیح سالم رکھیے اور رمضان کو میرے لیے سلامتی کے ساتھ قبولیت کا ذریعہ بنا دیجیے''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رمضان کا چاند دیکھتے تو قبلہ کی طرف رخ فرما کر یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

''یا اللہ! اس (چاند) کو ہمارے اوپر امن و امان اور سلامتی وعافیت دارین اور بیماریوں سے حفاظت اور نماز، روزے، تراویح، اور قرآن مجید کی تلاوت کی توفیق کے ساتھ

نکلا ہوا رکھئے ، یا اللہ! ہمیں رمضان کے لیے اور رمضان کو ہمارے لیے سلامتی وعافیت کے ساتھ رکھیے، اور رمضان اس حال میں مکمل ہو کہ آپ نے ہماری مغفرت فرمادی ہو اور ہم پر رحم فرمادیا ہو اور ہمارے قصور معاف فرمادیے ہوں۔ (كنزالعمال:٨/ ٥٩٠، رقم: ٢٤٢٩١)

رمضان کے حاصل ہونے کی دعا فرمانا اور اس کی سلامتی اور قبولیت کے لیے دوسروں کو بھی اتنے اہتمام سے تلقین کا عمل وہی شخص کرسکتا ہے جس کو رمضان المبارک کی صحیح قدر و قیمت معلوم ہو۔ اگر رمضان المبارک کا مہینہ سلامتی و عافیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق گذر جائے تو اس کی برکت سے دوسرے مہینے بھی سلامتی اور عافیت کا اثر حاصل کرتے ہیں۔ اور اگر رمضان المبارک کی بے قدری کی جائے تو اس کا اثر دوسرے مہینوں پر اسی شکل میں پڑتا ہے، کیونکہ جس کو رمضان المبارک کی قدر نہ ہوسکی وہ دوسرے مہینوں کی کیا قدر کر سکے گا۔

اس مہینے میں شیطان کی گرفتاری:

اس بابرکت مہینہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے، اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، کئی احادیث میں یہ مضمون موجود ہے۔

اس بارے میں چند احادیث ملاحظہ ہوں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’جب رمضان شروع ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطان کو قید کر دیا جاتا ہے‘‘۔ (ســـــنـــــن

الترمذي:١/ ١٤٧،برقم:٦٨٢،سنن ابن ماجه:١١٨،برقم:١٦٤٢،المستدرك للحاكم:٢/ ٥٩٢،برقم:١٥٣٢،صحيح ابن حبان:٤/ ١٣٣،برقم:٣٤٣٤)

ایک حدیث میں ہے:

’’رمضان کی پہلی رات ہی سے شیطانوں اور سرکش جنوں کو قید کر دیا جاتا ہے اور جہنم کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے اور ان میں سے کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا اور جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے اور ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور اللہ کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ ’’اے خیر کے طلب کرنے والے! آگے بڑھ اور اے شر کے طلب کرنے والے رک جا‘‘ اور اللہ کی طرف سے دوزخ سے بہت سے لوگ آزاد کیے جاتے ہیں اور یہ واقعہ رمضان کی ہر رات میں ہوتا ہے‘‘۔

(شعب الايمان :٣/ ٣٠٤،رقم:٣٦٠٦)

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

’’تمہارے پاس رمضان کا بابرکت مہینہ آچکا ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کئے ہیں، اس مہینہ میں جنت کے دروازہ کھول دئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور اس مہینہ میں سرکش شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے، اس مہینہ میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس رات کی خیر سے محروم ہو گیا تو وہ پوری طرح محروم رہنے والوں میں سے ہے‘‘۔ (سنن النسائي:٤/ ١٢٩، رقم: ٢١٠٦، السنن الكبرى:٢/ ٦٦،المصنف لابن أبي شيبة:٢/ ٢٧٠، كنز العمال:٨/ ٤٦١،رقم:

٢٣٦٦١،شعب الایمان ،رقم:٢٤٢٧٨)

اس کا مشاہدہ تو عام ہے کہ رمضان المبارک کے مہینے میں بے شمار لوگ اپنے گناہوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور بہت سے لوگ ہمیشہ کے لیے اپنے گناہوں سے تائب ہو جاتے ہیں بہت سے لوگ اس مہینہ کی برکت سے نماز اور دوسری عبادات کے پابند ہو جاتے ہیں، البتہ کچھ بدقسمت لوگ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے محروم رہتے ہیں۔

شیاطین کے قید ہونے کے باوجود گناہوں کی وجہ:

یہاں ایک شبہ کا جواب بھی سمجھ لینا چاہئے وہ یہ ہے کہ جب اس مہینہ میں شیاطین کو قید اور بند کر دیا جاتا ہے پھر اس کے باوجود اس مہینہ میں بہت سے لوگ گناہوں میں کیوں مبتلا رہتے ہیں؟ بعض لوگ شرعی مجبوری کے بغیر رمضان کے فرض روزے بھی پوری طرح نہیں رکھتے۔ بعض لوگ روزہ تو رکھ لیتے ہیں؛ مگر اس سے اہم فریضے نماز کی پابندی نہیں کرتے ،بعض لوگ رمضان کے مبارک عمل تراویح کو چھوڑ دیتے ہیں،بعض لوگ روزہ رکھ کر بھی گناہوں سے نہیں بچتے ،غیبت ،چغلی ،لڑائی ،جھگڑے ،جھوٹ ، ناپ وتول میں کمی کرتے ہیں اور گانے بجانے میں مصروف رہتے ہیں۔اس طرح کے اور بھی لوگ کئی گناہ کرتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رمضان کی یہ خصوصیت اس شخص کے حق میں ہے جو رمضان کے روزوں کو شرائط اور آداب کی رعایت رکھ کر پورا کرے اور جو خلاف ورزی کرے، وہ اس نعمت اور خصوصیت سے محروم رہتا ہے۔

اس کے علاوہ اس سلسلہ میں احادیث دو طرح کی ہیں ،بعض احادیث میں سرکش شیطانوں کو قید کرنے کا ذکر ہے، دوسری وہ جن میں عام شیطانوں کو قید کرنے کا ذکر ہے،

اس بنیاد پر اگر وہ گناہ غیر سرکش شیطانوں کا اثر ہو تو کوئی شبہ نہیں ، اس صورت میں ان حدیثوں میں بھی سرکش شیطان کی قید لگائی جائے، جہاں عام شیطانوں کے قید ہونے کا ذکر آیا ہے اور اگر ہر قسم کے شیطانوں کا قید ہونا مراد لیا جائے اور یہ کہا جائے کہ ہر شیطان سرکش ہی ہوتا ہے تو پھر رمضان میں گناہوں کا سبب صرف شیطان اور سرکش جنات ہی نہیں ہوتے بلکہ اور بھی مختلف اسباب ہوتے ہیں، مثلاً:

(۱) نفس کا بہکاوا (۲) بُرے لوگوں کی صحبت (۳) گندی عادتیں (۴) ذاتی خباثت۔

لہٰذا شیاطین کے بند کئے جانے سے گناہ اور ان کے اسباب کم تو ہو سکتے ہیں؛ لیکن ختم نہیں ہو سکتے۔(معارفُ السنن: ٦ / ٤، ٥، درس ترمذی:٦/ ٥١٥)

اس کے علاوہ گیارہ مہینے شیاطین انسان کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کی صحبت رہتی ہے اس لیے اس مبارک مہینہ میں ان کے بند ہونے کے باوجود ان کی صحبت کا اثر باقی رہتا ہے؛ اگر چہ کچھ کم ضرور ہو جاتا ہے، جیسا کہ گرم لوہا آگ سے نکالنے کے بعد بھی کافی دیر تک گرم رہتا ہے۔(مستفاد:عمدة القاري على صحيح البخاري: ١٠/ ٢٧٠)

رَمضانُ المبارک کاتعارفی خطبہ

سیدنا حضرت سلمان الخیر فارسی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ شعبان کی آخری تاریخ کو نبیٔ اکرم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے، اور ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! تم پر ایک عظیم اور مبارک مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے، ایسا مہینہ جس میں ایک ایسی رات (شب قدر) ہے، جو ایک ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے (یعنی اس ایک رات میں عبادت کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ ملتا ہے) اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کے دنوں کا روزہ فرض اور راتوں کی عبادت نفل قرار دی ہے، جو شخص اس مہینہ میں ایک نیک عمل کے ذریعہ قربِ خداوندی کا طالب ہو، وہ ایسا ہی ہے جیسے دیگر مہینہ میں فرض عمل کرے (یعنی نفل کا ثواب فرض کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے) اور جو شخص کوئی فریضہ بجالائے، وہ ایسا ہے جیسے دیگر مہینوں میں ستر فرض ادا کرے (یعنی رمضان میں ایک فرض کا ثواب ستر گنا ہو جاتا ہے)

اے لوگو! یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب اور بدلہ جنت ہے، اور یہ لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور خیر خواہی کا مہینہ ہے، اس مہینہ میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو آدمی اس مبارک مہینہ میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے اس کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، اسے جہنم سے آزادی کا پروانہ ملتا ہے، اور روزے دار کے ثواب میں کمی کیے بغیر افطار کرانے والے کو بھی اس کے بقدر اجر سے نوازا جاتا ہے''۔

یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر آدمی اپنے اندر اتنی

وسعت نہیں پاتا کہ وہ دوسرے کو (باقاعدہ) افطار کرائے، اور اس کے ثواب سے بہرہ یاب ہو''۔

اس سوال پر رحمتِ عالم ﷺ نے اپنے جاں نثاروں کو ایسا جواب دیا جس سے ان کی مایوسی خوشیوں میں بدل گئی، آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ یہ انعام ہر اُس شخص پر فرماتے ہیں جو کسی بھی روزہ دار کو ایک گھونٹ لسّی (دودھ)، ایک عدد کھجور حتیٰ کہ ایک گھونٹ پانی پلا کر بھی افطار کرا دے، ہاں جو شخص روزہ دار کو پیٹ بھر کھلائے، تو اللہ رب العزت اسے قیامت کے دن میرے حوضِ کوثر سے ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد کبھی پیاس نہ لگے گی تا آں کہ وہ جنت میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جائے گا''۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ ایسا مہینہ ہے جس کا پہلا عشرہ رحمت، درمیانی عشرہ مغفرت اور آخری عشرہ جہنم سے آزادی کا ہے، جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام (خادم اور ملازم وغیرہ) کے بوجھ کو ہلکا کر دے، تو اللہ جل شانہٗ اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور آگ سے آزادی دیتے ہیں۔ اے لوگو! اس مہینہ میں چار چیزوں کی کثرت رکھا کرو: (۱) کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ (۲) استغفار (۳) جنت کی طلب (۴) جہنم کی آگ سے پناہ۔ (مشکوۃ المصابیح: ۱/۱۷۴، شعب الایمان: ۳/۳۰۵، برقم: ۳۶۰۸، صحیح ابن حبان: ۲/۹۱۱، رقم: ۱۸۸۷)

یہ تفصیلی خطبہ رمضان المبارک کا بہترین منشور ہے، جس سے اس ماہِ مبارک کی قدر و قیمت کا بہ آسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ضرورت ہے کہ ہم اسے بار بار پڑھیں اور اس کے مطابق اپنے اندر عمل کا جذبہ پیدا کر کے رمضان کی برکتوں کو زیادہ سے زیادہ سمیٹنے کی کوشش کریں۔

نبیٔ کریم ﷺ کا رمضان کا اہتمام فرمانا:

نبیٔ اکرم ﷺ رمضان کی آمد سے پہلے ہی اس کی تیاری شروع فرمادیتے تھے، خاص کر شعبان کا مہینہ رمضان کے انتظار میں گذرتا تھا۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

نبیٔ اکرم ﷺ جتنا شعبان کے ایام گننے کا اہتمام کرتے تھے، اتنا دیگر کسی مہینہ کا اہتمام نہ فرماتے تھے، پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے، اگر مطلع اَبر آلود ہوتا، تو تیس (۳۰) کا عدد پورا فرماتے تھے۔ (سنن أبي داوٗد: ۱/۳۱۸، مشکوۃ المصابیح: ۱/۱۷۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اُنتیس (۲۹) شعبان کو رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے، اور اگر اس دن چاند نہ دکھائی دے، تو تیس (۳۰) کا عدد پورا کرلینا چاہیے۔ (کتاب المسائل: ۲/۱۱۵)

اُمتِ محمدیہ پر پانچ خصوصی عنایتیں:

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کو رمضان المبارک میں پانچ ایسی امتیازی خوبیاں عطا ہوئی ہیں جو اور کسی اُمت کو عطا نہیں ہوئیں اور وہ درج ذیل ہیں:

(۱) روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (۲) ان کے لئے سمندر کی مچھلیاں افطار کے وقت تک استغفار کرتی رہتی ہیں۔ (۳) اور اللہ تعالیٰ ہر روز اپنی جنت کو آراستہ کر کے فرماتے ہیں کہ عنقریب میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقت اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آئیں گے۔ (۴) اور سرکش شیطان رمضان

میں قید کردیے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ رمضان کے زمانہ میں ان برائیوں تک نہیں پہنچتے، جن برائیوں کی طرف غیر رمضان میں پہنچ جاتے ہیں (۵) اور رمضان کی آخری رات میں ان کے لئے مغفرت کا فیصلہ کیا جاتا ہے، آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ مغفرت شبِ قدر میں ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں! بلکہ دستور یہ ہے کہ کام ختم ہونے پر مزدور کو پوری اُجرت سے نوازا جاتا ہے''۔ (مسند احمد: ۲/۲۹۲، شعب الایمان: ۳/۳۰۳، الترغیب والترھیب: ۲/۵۵)

رمضان میں گناہوں کی بخشش:

رمضان المبارک میں اللہ رب العالمین کی طرف سے بندوں کی بخشش کے بے شمار اسباب عام کردیے جاتے ہیں، اور جو شخص بھی یقین کامل اور حصولِ ثواب کی نیت سے کوئی بھی عمل خیر انجام دیتا ہے، اسے قبولیت نصیب ہوتی ہے اور وہ عمل اس کے سابقہ گناہوں کی بخشش کا سبب بن جاتا ہے۔

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جو شخص ایمان اور طلبِ ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھے، اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے، اور جو شخص ایمان اور اخلاص کے ساتھ رمضان میں عبادت کرے اس کے گذشتہ گناہ معاف کردیے جائیں گے، اسی طرح جو شخص شبِ قدر میں ایمان واحتساب (ثواب کی نیت) کے ساتھ مشغولِ عبادت رہے، اس کے بھی پچھلے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ (صحیح البخاری: ۱/۲۵۵، رقم: ۱۸۶۳، صحیح مسلم: ۱/۲۵۹، مشکوۃ المصابیح: ۱/۱۷۳)

اس حدیث میں دولفظ آئے ہیں،ایک ایمان دوسرے احتساب،ایمان کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا پر یقین کامل ہواور احتساب کا مفہوم یہ ہے کہ روزہ ثواب کی نیت سے رکھا جائے ،اور ہر ایسی بری بات سے بچا جائے جس سے روزہ کے ثواب میں کمی آجاتی ہے۔

(مستفاد:مرقاۃ المفاتیح :٣٨٨/٤،بیروت)

رمضان المبارک میں خیر کی توفیق:

رمضان المبارک میں سرکش شیاطین کو قید کردینے کی وجہ سے پورے عالم کا ماحول روحانی بن جاتا ہے،اور جو لوگ سال بھر خیر کے کاموں سے دور رہتے ہیں وہ بھی اس ماحول سے متأثر ہو کر کسی نہ کسی درجہ میں عبادت وطاعت میں مشغول ہو جاتے ہیں،اور فرشتوں کی طرف سے عبادت کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور برائی کا ارادہ کرنے والوں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔چنانچہ نبیٔ کریم ﷺ کا ارشادِ عالی ہے:

جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطان اور سرکش جنات قید کر دیے جاتے ہیں،اور جہنم کے سب دروازے بند کر دیے جاتے ہیں،ان میں سے کوئی بھی دروازہ نہیں کھولا جاتا،اور جنت کے سب دروازے کھول دیے جاتے ہیں،ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور ایک آواز لگانے والا آواز دیتا ہے کہ اے خیر کے طلب گار! آگے بڑھ اور اے برائی کا ارادہ کرنے والے! پیچھے ہٹ،اور اللہ کے لیے (رمضان میں) بہت سے لوگ جہنم سے آزاد ہوتے ہیں اور یہ معاملہ ہر رات ہوتا ہے۔(سنن الترمذی: ١/ ١٤٧ ،سنن ابن ماجة:١١٩ ،مشکوۃ المصابیح:١٧٣/١)

فرشتوں کی یہ ندا اگرچہ کانوں سے سنائی نہیں دیتی؛لیکن انسانی روح ضرور اس آواز

کو محسوس کرتی ہے اور رمضان المبارک میں غیر رمضان کے مقابلہ میں عبادات اور اعمالِ خیر انجام دینا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔

رمضان المبارک کے استقبال میں جنت کی آرائش:

رمضان المبارک کے استقبال میں پورے سال جنت کو سجایا جاتا رہتا ہے؛اس لیے کہ اس مہینہ کے عبادت گذاروں سے جنت آباد ہوگی۔سوان کے اعزاز واکرام کے لیے تیاریاں جاری رہتی ہیں۔

نبیٔ کریم ﷺ نے اس کی منظر کشی ان الفاظ میں فرمائی ہے:

رمضان کے لیے جنت کو شروع سال سے اگلے سال تک سجایا جاتا ہے،پھر جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے،تو ایک مخصوص ہوا عرشِ خداوندی کے نیچے سے جنت کے درخت کے پتوں سے گذرتی ہوئی خوبصورت آنکھوں والی حوروں تک پہنچتی ہے۔تو وہ عرض کرتی ہیں:''اے پروردگار! ہمارے لیے اپنے بندوں میں سے ایسے جوڑے منتخب فرما جن سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو اور ان کو ہمارے ذریعہ سے آنکھوں کا چین نصیب ہو''۔(شعب الایمان :٣١٢/٣،رقم:٣٦٣٣،مشکوۃ المصابیح:١٧٤/١)

واقعی کیسی روح افزا بشارت ہے جس کے تصور ہی سے دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور بدن کے روئیں روئیں سے رب العالمین کی شکر گذاری کے جذبات ابھر کر آتے ہیں،اور عبادات واطاعت میں عجیب کیف وسرور محسوس ہوتا ہے۔

رمضان المبارک میں لاکھوں افراد کی جہنم سے آزادی:

رمضان المبارک رحمتوں کا عام سیزن ہے،اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت پورے جوش

میں ہوتی ہے، اور ذرا ذرا سے بہانے سے بندوں کی مغفرت کے فیصلے کیے جاتے ہیں، اور ایک رمضان میں لاکھوں لاکھ لوگوں کی توبہ قبول ہوتی ہے اور انہیں پاک وصاف زندگی نصیب ہوتی ہے۔

فخر التابعین حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نبیٔ اکرم ﷺ کا ارشاد مرسلاً نقل فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی ہر رات میں چھ لاکھ لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتے ہیں، اور جب آخری رات ہوتی ہے تو گذشتہ آزاد شدہ لوگوں کے بقدر لوگ (ایک ہی رات میں) آزاد کیے جاتے ہیں۔(شعب الایمان :۳۰۳/۳،الترغیب و الترھیب:۶۳/۲)

الٰہی! ہمیں بھی جہنم سے خلاصی (آزادی) کا پروانہ عطا فرما۔ آمین

رمضان المبارک کے روزہ کی تلافی نہیں ہوسکتی:

رمضان المبارک کے بابرکت ہونے کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص رمضان کا روزہ بلا شرعی عذر کے چھوڑ دے، تو اگر پوری زندگی بھی اس کے بدلہ روزہ رکھتا رہے گا، تو بھی اس ایک روزہ کی تلافی نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ اِمام الانبیاء جناب نبیٔ کریم ﷺ کا ارشادِ عالی ہے:

جو شخص رمضان کے ایک دن کا روزہ بغیر کسی عذر اور بیماری کے چھوڑ دے، تو زمانہ بھر کا روزہ رکھنا بھی اس کی تلافی نہیں کرسکتا، اگرچہ وہ (زندگی بھر) روزہ رکھتا رہے۔(مسند أحمد:۴۵۸/۲،سننُ الترمذی:۱۵۳/۱۔۱۵۴،سننُ أبي داوٗد:۳۲۶/۱، شعبُ الایمان:۳۱۸/۳، مشکوۃُ المصابیح:۱۷۷/۱)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ رمضان المبارک کا ایک ایک لمحہ اس قدر قیمتی اور انمول ہے کہ اس کی تلافی پوری زندگی کی عبادت سے بھی نہیں ہوسکتی، اس کے باوجود جو شخص ماہِ

مبارک کے روزہ سے محروم رہے، اس سے بڑا محروم اور کون ہوسکتا ہے۔

رَمضان کے آخری عشرہ میں عبادت کا اہتمام:

رَمضانُ المبارک کے آخری عشرہ کے لمحات سب سے زیادہ قیمتی ہیں، اسی میں وہ شب قدر بھی آتی ہے کہ جس میں عبادت کرنے کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بھی زیادہ ہے، نبیٔ کریم ﷺ عشرۂ اخیرہ میں عبادت کے لیے کمر کس لیا کرتے تھے، چنانچہ اُمّ المؤمنین سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

جب رمضان کا آخری عشرہ ہوتا، تو آنحضرت ﷺ راتوں رات عبادت میں مشغول رہتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے، اور خوب محنت فرماتے اور کمر کس لیتے تھے۔

(صحیحُ البخاري:۲۷۱/۱،صحیح المسلم:۳۷۲/۱،المنتقی :۱۴۶)

نیز فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ آخری عشرہ میں عبادت میں جس قدر محنت فرماتے تھے اتنا دوسرے ایام میں نہیں فرماتے تھے۔(صحیحُ المسلم،رقم:۱۱۷۵،شعبُ الایمان :۳۱۹/۳)

اس لیے ہم لوگوں کو بھی چاہیے کہ بالخصوص رمضان کے آخری دن اور راتوں کی قدر کریں اور انہیں فضول مشاغل میں ضائع نہ کریں۔

رمضان المبارک کی ناقدری کرنے والے کے لیے بددعا:

مذکورہ بالا ہدایات کے باوجود جو شخص رمضان المبارک کو لاپرواہی کے ساتھ ضائع کردے اور اس کا حق ادا کر کے اپنے کو مستحق رحمت نہ بنائے، یقیناً اس سے زیادہ بدنصیب کوئی نہیں ہے، جس کی تائید درج ذیل حدیث شریف سے ہوتی ہے:

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں منبر سے قریب ہونے کا حکم دیا، ہم حاضر ہوگئے پھر جب آپ نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا ''آمین''، جب دوسرے درجہ پر قدم رکھا، تو فرمایا ''آمین''، جب تیسرے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا ''آمین''، (پھر آپ ﷺ نے تقریر فرمائی اور تقریر سے فارغ ہونے کے بعد) ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج ہم نے آپ سے ایسی بات سنی جو پہلے نہیں سنی تھی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا) اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تھے اور انہوں نے یہ بددعا کی تھی کہ وہ شخص ہلاک ہو جسے رمضان کا مہینہ ملے، پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہو، تو میں نے کہا ''آمین'' (ایک روایت میں ہے کہ خود حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کے نبی سے فرمایا کہ آپ آمین کہیں۔)، پھر جب دوسرے درجہ پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا وہ شخص برباد ہو جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر مبارک کیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے، تو میں نے کہا ''آمین''، پھر جب تیسرے درجہ پر چڑھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ وہ شخص بھی ہلاک ہو جو اپنی زندگی میں اپنے والدین یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے کے زمانہ میں پائے اور وہ اسے جنت میں داخل نہ کرائیں، تو میں نے کہا: ''آمین''۔

(الترغیب والترھیب:۲/۵٦، شعب الایمان :۲/۲۱۵، رقم:۱۵۷۲)

رمضان المبارک کی ناقدری کرنے والے کی سزا:

حضرت مولانا منظور یوسف صاحب مدظلہٗ لکھتے ہیں کہ:

ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی ہوگا جسے لایا جائے گا اور

فرشتوں نے اسے جکڑا ہوا ہوگا اور گھسیٹ گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے جا رہے ہوں گے، وہ کہے گا: الامـ۔ان الامـ۔ان! مجھے بچاؤ مجھے بچاؤ، کوئی بچانے کے لیے آگے نہیں آئے گا، پھر کیا ہوگا، رسولِ پاک ﷺ پوچھیں گے کہ اے جبریل یہ کون ہے، اس نے ایسا کیا جرم کیا ہے کہ ایسی ذلت و رسوائی کے ساتھ اس کا یہ حشر ہو رہا ہے؟ تو جبریل علیہ السلام عرض کریں گے: شَابٌّ مِّنْ اُمَّتِکَ، یہ آپ کی اُمت کا ایک نوجوان ہے، نبی کریم ﷺ پوچھیں گے اس کا کیا جرم ہے؟ تو جبریل امین علیہ السلام فرمائیں گے اس نے رمضان المبارک (جیسا عظیم الشان اور خیر و برکت والا مہینہ) پایا اور اس میں گناہوں سے اپنے آپ کو نہیں بچایا، رمضان المبارک میں بھی گناہ کرتا تھا، ایسے نیکیوں کے سیزن اور ماحول میں بھی توبہ کرنے کے بجائے گناہوں میں ہی ملوث رہتا تھا، رمضان میں اللہ تعالیٰ کی طرف، اس کی اطاعت کی طرف نہیں بڑھتا تھا، اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کی اس مبارک مہینہ میں بھی اس نے کوشش نہیں کی، یہ سن کر نبی کریم ﷺ براہِ راست اسے مخاطب کر کے فرمائیں گے: کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا تھا؟ یعنی قرآن کریم میں گناہوں کے دنیوی واُخروی دائمی نقصانات کو نہیں پڑھا تھا؟ وہ کہے گا: پڑھا تو تھا؛ لیکن غفلت ولا پرواہی چھا گئی تھی، گناہوں کی بہتات اور کثرت کی وجہ سے گنہگارانہ عادتیں اور خصلتیں غالب آگئی تھیں، تو نبی کریم ﷺ اس سے روگردانی کرتے ہوئے فرمائیں گے: بِئْسَ الشَّابُّ اَنْتَ، تو بڑا بُرا آدمی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ میرے ساتھ لپٹ رہا ہوگا، اور فرشتے اسے چھوڑ نہیں رہے ہوں گے، پھر میں اللہ تعالیٰ سے سفارش کروں گا میں کہوں گا اے اللہ! میری اُمت کا ایک نوجوان ہے میں اس کی سفارش کرتا ہوں، تو اللہ تعالیٰ کہیں گے اس کے خلاف مدعی بڑا طاقتور ہے، میں کہوں

گا مجھے بتا دیجیے اس کے خلاف دعویٰ دائر کرنے والا کون ہے؟ اس کے خلاف مقدمہ درج کرانے والا کون ہے؟ میں اس کو راضی کرلیتا ہوں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اس پر مدعی ''رمضان'' ہے، اس نے رمضان المبارک کے مہینے میں ظلم وزیادتیاں کی ہیں اور بغیر توبہ کے مرا ہے، تو میں کہوں گا: اے اللہ! میں ایسے شخص سے بری الذمہ ہوں جس کا رمضان مدعی ہے، اللہ فرمائے گا: (اے نبی!) جس سے آپ بری ہیں، اس سے میں بھی بری ہوں، پھر فرشتے اسے جہنم میں لے جائیں گے۔ (رمضان کے أحکام: ۱۲)

تو میرے عزیز دوستو! ذرا سوچ کر تو دیکھئے گا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے انسانوں کا مجمع ہوگا اور سب کے سامنے یہ ذلت ورسوائی کا فیصلہ ہوگا یہ آدمی نبی کریم ﷺ کے سامنے آہ وبکا کرے گا آپ کی خوشامد کرے گا؛ مگر امام الانبیاء ﷺ اس کی سفارش نہیں کریں گے، تو پھر ایسا شخص کہاں جائے گا؟ کس سے اپنا مسئلہ حل کرائے گا؟

افسوس ہے کہ آج رمضانُ المبارک کی قدردانی میں بڑی کوتاہیاں پائی جارہی ہیں اور اس کا اظہار کرتے ہوئے شرم آتی ہے کہ تمام تر آسانیاں پائی جانے کے باوجود ہمارے معاشرہ میں بلا عذر روزہ خوروں کی ایک بڑی تعداد پائی جاتی ہے، رمضان المبارک کے مقدس دنوں میں گلیوں، کوچوں اور محلوں میں چائے کے ہوٹل کھلے نظر آتے ہیں، اور برسرعام ماہِ مبارک کی توہین کی جاتی ہے۔ رمضان المبارک کی مبارک راتیں عبادت میں کم، اور سیر وتفریح اور گپ شپ میں زیادہ صرف ہوتی ہیں، اور جوں جوں عید کا زمانہ قریب آتا ہے اور رمضان المبارک کا آخری عشرہ اپنی تمام تر برکتوں کے ساتھ سایہ فگن ہوتا ہے تو مسجدوں کے بجائے بازاروں کی رونق بتدریج بڑھتی چلی جاتی ہے، اور کیا مرد کیا عورتیں

، کیا جوان اور کیا بوڑھے، سب رمضان کی برکتیں سمیٹنے کے بجائے عید کی تیاری میں مدہوش ہوجاتے ہیں، شہروں اور دیہاتوں میں یہی ماحول نظر آتا ہے، یہ بات صرف سرسری پڑھ کر گذر جانے والی نہیں ہے؛ بلکہ انتہائی درجہ قابل توجہ ہے کہ جس پر ہمیں غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ہماری فلاح وکامیابی یقیناً اسی میں ہے کہ ہم ماہِ مبارک کو پوری طرح وصول کرنے کے لیے فکرمند ہوں اور زیادہ سے زیادہ عبادت واطاعت کرکے اللہ کی رحمتوں کے مستحق بنیں، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق مرحمت فرمائیں، آمین۔

اکابر واسلاف کے رمضان گذاری کے نمونے ہمارے سامنے ہیں کہ ان حضرات نے رمضان المبارک کی کیسی قدردانی کرکے دکھائی، جس کا دل چاہے وہ اس سلسلہ میں ریحانۃ الہند شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی علیہ الرحمہ کی کتاب ''تبلیغی نصاب'' (معروف بہ فضائلِ اعمال) میں سے ''فضائل رمضان'' یا ''اکابر کا رمضان'' وغیرہ کتب کا مطالعہ کرسکتا ہے۔

احقر اختصار کے پیشِ نظر یہاں اسی قدر پر اکتفا کرتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحفۂ روزہ

رمضان المبارک میں مشروع دین اسلام کی ایک اہم عبادت
''روزہ'' کے مختصر احکام ومسائل قرآن وسنت
اور آثارِ سلف واقوالِ خلف کی روشنی میں

مرتب
مولانا قاری محمد سلمان الخیر النعیمی قاسمی
استاذِ عربی دار العلوم وقف شاہ بہلول سہارنپور یوپی، الہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزہ کی فرضیت

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اہل ایمان کو رمضان المبارک کے روزہ کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. (البقرۃ:۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا؛ تاکہ تم پرہیزگار ہوجاؤ''۔

روزے کب فرض ہوئے؟

روزہ سنہ ۲ ہجری میں فرض ہوا اور شروع شروع میں سہولت کے لیے یہ حکم دیا گیا کہ چاہے آدمی روزہ رکھے یا ہر روزہ کے بدلہ میں فدیہ ادا کرے، پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ اختیار ختم کردیا گیا اور حتمی طور پر رمضان المبارک کی فرضیت کا حکم اس آیت میں نازل ہوا:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. (البقرۃ:۱۸۵)

''پس جو پائے تم میں سے رمضان کا مہینہ تو وہ اس میں ضرور روزہ رکھے''۔

البتہ شیخ فانی اور دائمی مریض کے لیے فدیہ کا حکم ابھی بھی باقی ہے اور عارضی

مریض اور مسافر کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ سر دست روزہ نہ رکھ کر بعد میں قضا کر لے۔
(زادُالمعادمکمل :۲۵۷)

روزہ؛تقویٰ کے حصول کا اہم ذریعہ

علامہ ابن قیم الجوزیہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں :

’’روزہ کے اندر ظاہری اعضاء اور باطنی قوتوں کی حفاظت کرنے کی عجیب تاثیر پائی جاتی ہے، اسی طرح روزہ ان فاسد مادّوں کی ملاوٹ سے بچاتا ہے جو نفس پر غالب آنے پر اسے بگاڑ دیتے ہیں، اسی طرح جو گھٹیا جذبات وکیفیات روحانی صحت کے لیے مضر ہیں، روزہ ان سب کو باہر کرنے میں اثر رکھتا ہے، نیز روزہ دل اور اعضاء وجوارح کی صحت مندی کا محافظ ہے اور جو نفسانی خواہشات کے ہاتھوں صلاحتیں ضائع ہوجاتی ہیں، ان کو روزہ واپس لے آتا ہے، پس روزہ تقویٰ کو حاصل کرنے میں سب سے بڑا معاون عمل ہے‘‘ ۔(جیسا کہ آیتِ بالا میں فرمایا گیا)۔(زادُ المعاد مکمل بیروت:۲۵۷)

اور تجربہ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ روزہ خواہشات کو توڑنے میں نہایت اثر رکھتا ہے، اسی لیے کہ نبی کریم ﷺ نے ان نوجوانوں کو جو مالی وسعت کی بنا پر نکاح سے عاجز ہوں، مسلسل روزہ رکھنے کا مشورہ دیا ہے۔(صحیحُ البخاري،رقم:۵۰۶۵)

روزہ کا بے انتہاء اجروثواب:

روزہ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ انسان کو اس بات کی مشق کرانا چاہتے ہیں کہ ہماری خواہش اصل نہیں؛ بلکہ حکم خداوندی اصل ہے، وہی چیزیں جو روزہ سے قبل حلال ہوتی ہیں، مثلاً اپنی محنت سے حاصل کردہ حلال مال اور اپنی منکوحہ حلال بیوی؛لیکن روزہ کی نیت

کرتے ہی یہ دونوں حلال چیزیں روزہ دار پر حرام قرار پاتی ہیں اور روزہ دار بخوشی روزہ رکھ کر حکم خداوندی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتا ہے۔ یہ اعلیٰ درجہ کا خلوص اور اطاعت وانقیاد کی اعلیٰ کیفیت ہے، جس پر اللہ کے علاوہ کوئی اور بغیر بتائے مطلع نہیں ہوسکتا، اور یہ کیفیت جس کو حاصل ہوجائے گی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی عادت پڑ جائے گی تو انسان روزہ سے ہو یا نہ ہو، بہر حال ہر اس کام سے بچے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر رکھا ہے، اسی بنا پر حدیثِ قدسی میں روزہ کی عبادت کا خصوصی درجہ بتایا گیا ہے۔سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’آدمی کے ہر عمل کا اجر دس سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روزہ اس (تحدید) سے مستثنیٰ ہے، اس لیے کہ وہ صرف میرے (اللہ کے) لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ مرحمت فرماؤں گا؛ کیونکہ روزہ دار اپنی خواہش اور کھانے پینے کو صرف میرے لیے چھوڑتا ہے، روزہ دار کے لیے دو (خاص) فرحتیں (خوشیاں) ہیں ایک اس کے افطار کے وقت اور دوسرے پروردگارِ عالم سے ملاقات کے وقت، اور روزہ دار کے منھ سے آنے والی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے، اور روزہ (گناہوں سے) ڈھال ہے اور جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو، تو بُری بات زبان سے نہ نکالے اور نہ گالم گلوچ کرے اور جب کوئی اسے بُرا بھلا کہے یا اس سے جھگڑا کرے، تو اسے جواب دے دے کہ میں روزہ دار شخص ہوں‘‘۔(صحیح البخاري: ۱/ ۲۵۵،صحیح المسلم:۱/۳۶۳،مشکوۃ المصابیح:۱/۱۷۳)

اس حدیث شریف میں روزہ دار کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے یہ صرف روزہ کے

ساتھ خاص نہیں رہنی چاہیے؛ بلکہ سارے سال، دن اور رات ہر وقت یہی فکر سوار ہو کہ ہم سے کوئی ایسا عمل صادر نہ ہو جو ہمارے پروردگار، محسن حقیقی کی مرضی کے خلاف ہو، اسی کیفیت کا نام تقویٰ ہے، جس کے حصول کے لیے روزہ کی عبادت فرض کی گئی ہے۔

حضرت ابواُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتادیں کہ جو مجھے جنت تک پہنچادے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَلَیْکَ بِالصَّوْمِ ،فَاِنَّهٗ لاَعِدْلَ لَهٗ. (الترغيب و الترهيب:٢/٥٢،صحيح ابن حبان:٥/١٨٠،رقم:٣٤١٧)

”تم روزہ رکھا کرو؛ اس لیے کہ وہ بے مثل عمل ہے“۔

اس اُمت کو رمضان المبارک میں پانچ خصوصی چیزیں عطا ہونا:

یہ خصوصیتیں اگرچہ سابقہ صفحات میں بھی درج کردی گئی ہیں، یہاں پر بھی قندِ مکرر کے طور پر ذکر کی جاتی ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اُمت کو رمضان شریف میں پانچ چیزیں خاص طور پر دی گئیں ہیں، جو پہلی اُمتوں کو نہیں دی گئیں:

(۱) روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(۲) ان کے لئے سمندر کی مچھلیاں افطار کے وقت تک استغفار کرتی رہتی ہیں۔

(۳) اور اللہ تعالیٰ ہر روز اپنی جنت کو آراستہ کرکے فرماتے ہیں کہ عنقریب میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقت اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آئیں گے۔

(۴) اور سرکش شیطان رمضان میں قید کردیے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ رمضان کے زمانہ میں ان برائیوں تک نہیں پہنچتے، جن برائیوں کی طرف غیر رمضان میں پہنچ جاتے ہیں۔

(۵) اور رمضان کی آخری رات میں ان کے لئے مغفرت کا فیصلہ کیا جاتا ہے، آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیا یہ مغفرت شبِ قدر میں ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں! بلکہ دستور یہ ہے کہ کام ختم ہونے پر مزدور کو پوری اُجرت سے نوازا جاتا ہے“۔ (مسند احمد:٨/٣٠،رقم:٧٩٠٤،شعب الايمان:٣/٣٠٣،الترغيب و الترهيب:٢/٥٥)

روزہ داروں کے لیے جنت کا خصوصی دروازہ:

جنت میں داخلہ کے وقت روزہ داروں کو خصوصی اعزاز سے نوازا جائے گا، اور جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ایک دروازہ خاص طور پر روزہ داروں کے نام منسوب کردیا جائے گا، جس کا نام ”رَیَّان“ ہوگا، اس خصوصی گیٹ سے انہیں لوگوں کو داخلہ کا پروانہ ملے گا جن کو روزہ کی عبادت سے خاص مناسبت رہی ہوگی، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جنت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں ایک دروازہ ”ریان“ نامی ہے جس میں صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔ (صحيح البخاري:١/٢٥٤،صحيح المسلم:١/٣٦٤، مشکوٰۃ المصابيح:١/١٧٣،شعب الايمان:٣/٣٩٦)

اس لیے ہم لوگوں کو چاہیے کہ فرض روزوں کے علاوہ کچھ نہ کچھ نفلی روزوں کا بھی اہتمام رکھا کریں؛ تاکہ ہمیں بھی آخرت میں ”بابُ الریَّان“ سے داخلہ کی خصوصیت نصیب ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

روزہ اور قرآن کی سفارش:

روزہ ایسی عبادت ہے جو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں روزہ دار کے لیے خود سفارش کرے گی، اور اس کی سفارش قبول بھی کی جائے گی، اسی طرح قرآن کریم بھی اپنے پڑھنے والوں کے لیے خصوصی سفارش کرے گا، جس کو قبولیت سے نوازا جائے گا۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

روزہ اور قرآن بندہ کے لیے (اللہ کے دربار میں) سفارش کریں گے، روزہ کہے گا کہ اے پروردگار! میں نے اس کو دن میں کھانے اور خواہشات سے روکے رکھا؛ لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما اور قرآن کریم کہے گا کہ اے پروردگار! میں نے اسے رات کو سونے سے روکے رکھا، لہٰذا اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما، چنانچہ ان دونوں کی سفارشیں قبول کی جائیں گی۔

اس حدیث پاک کی پرداز یہ بتلا رہی ہے کہ رمضان المبارک میں خصوصیت کے ساتھ رات میں تلاوتِ قرآنِ کلام پاک کا اہتمام رکھنا چاہیے اور اس میں تراویح کی نماز کی جانب بھی اشارہ موجود ہے، علاوہ ازیں سال بھر جس قدر توفیق ملے تلاوت کی کوشش کرتے رہنا چاہیے۔

روزہ دار کی دعا رَد نہیں ہوتی ہے:

روزہ کی حالت میں دعا کی قبولیت کا وعدہ بھی احادیث میں منقول ہے۔ چنانچہ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’تین شخصوں کی دعائیں رد نہیں کی جاتیں۔ (۱) روزہ دار کی افطار کے وقت کی

دعا۔ (۲) عادل بادشاہ کی دعا۔ (۳) مظلوم کی دعا۔‘‘ ۔(الترغیب و الترهیب: ٥٣/٢، شعب الایمان: ٣٠٠/٣، رقم: ٣٥٩٤)

اس لیے روزہ کی حالت میں یکسوئی کے ساتھ دعاؤں کا اہتمام بھی رہنا چاہیے خاص طور پر افطار کے قریبی وقت میں دعا کی قبولیت کی اُمید زیادہ ہوتی ہے، اس وقت کو غنیمت سمجھا جائے اور کھانے پینے کی طرف توجہ کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف توجہ کی جانی چاہیے۔

روزہ کی حالت میں ناجائز اُمور سے خوب بچنا چاہیے:

روزہ کا اصل مقصد چونکہ تقویٰ کا حصول اور گناہوں سے اجتناب ہے؛ لہٰذا جو شخص روزہ رکھ کر بھی گناہوں سے نہ بچے تو ایسے شخص کے بھوکے پیاسے رہنے کا کوئی خاص فائدہ حاصل نہ ہو پائے گا، جیسا کہ نبیٔ کریم ﷺ کا ارشادِ عالی ہے:

’’جو شخص (روزہ کی حالت میں) جھوٹی بات اور ناجائز کلام کرنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے، تو اللہ تعالیٰ کو اس شخص کے کھانے پینے کو چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے‘‘۔(صحيح البخاري: ٢٥٥/١، مشكوة المصابيح: ١٧٦/١)

اس لیے ضروری ہے کہ ہر روزہ دار روزہ رکھ کر گناہ سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرے اور اگر کوئی دوسرا شخص اسے گناہ پر آمادہ بھی کرنا چاہے تو صبر و ہمت سے کام لے کر اس سے بچنے کا اہتمام کرے۔

روزہ کی حالت میں زبان کی حفاظت کیجیے:

بالخصوص زبان کی حفاظت بہت ضروری ہے اور روزہ میں خاص کر غیبت اور چغلی

وغیرہ سے بچنے کا بہت اہتمام ہونا چاہیے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ عالی ہے:

’’جو شخص لوگوں کے گوشت کھاتا رہا (یعنی غیبتیں کرتا رہا) اس نے (گویا) روزہ ہی نہیں رکھا‘‘۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٧٣/٢)

اور ایک دوسری حدیث میں اس بارے میں بہت عبرت ناک واقعہ بیان کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

’’آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو عورتوں نے روزہ رکھا، تو ایک شخص نے (آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آکر) عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہاں دو روزہ دار عورتیں پیاس کے مارے موت کے دہانے تک پہنچ گئی ہیں، آنحضرت ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا اور خاموش رہے، اس نے پھر یہی بات دہرائی اور غالباً یہ بھری دوپہر کا وقت تھا، اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! قسم بخدا وہ دونوں عورتیں مرنے کے بالکل قریب پہنچ چکی ہیں، (مقصد تھا کہ آپ انہیں افطار کی اجازت دے دیں) آپ نے ان دونوں عورتوں کو بلانے کا حکم دیا؛ چنانچہ وہ دونوں حاضر ہوگئیں، راوی فرماتے ہیں کہ پھر ایک پیالہ یا ٹب لایا گیا، اور نبی کریم ﷺ نے ان دونوں میں سے ایک سے فرمایا کہ اس میں قے کرو، تو اس نے پیپ یا خون اور گوشت کی قے کی، یہاں تک کہ آدھا پیالہ بھر گیا، پھر آپ نے دوسری عورت کو قے کرنے کا حکم دیا، چنانچہ اس نے بھی پیپ اور خون اور تازہ گوشت کی قے کی حتی کہ پیالہ بھر گیا، پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ان دونوں عورتوں نے حلال پر روزہ رکھا، حرام بات پر افطار کیا، یہ دونوں پاس بیٹھ کر لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں (یعنی غیبت کرتی رہیں)‘‘۔ العیاذ باللہ۔

(مسند الامام أحمد: ٤٣١/٥)

اس واقعہ کی روشنی میں ہمیں اپنے کردار کا جائزہ لینا چاہیے اور روزہ کو ہر طرح کے قولی و عملی گناہ سے محفوظ رکھنے کی فکر کرنی چاہیے۔

روزہ جہنم سے بچاؤ کے لیے ڈھال ہے:

روزہ جہنم اور گناہوں سے بچنے کے لیے ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے کہ اس عبادت سے ایسی قوت حاصل ہوتی ہے کہ آدمی کے لیے نفسانی اور شیطانی خواہشات کا مقابلہ کرنا آسان ہوجاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’روزہ ایسی ڈھال ہے کہ جس سے بندہ جہنم سے بچاؤ کرتا ہے‘‘۔

(المعجم الکبیر، رقم: ٨٣٨٦، الترغیب و الترهیب: ٥٠/٢)

اور ایک حدیث میں مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’جو شخص رمضان کا روزہ رکھے اور اس کے حدود کی رعایت رکھے اور جن چیزوں کی نگہداشت کرنی چاہیے ان کی نگرانی کرے تو اس کے گذشتہ معاصی کا کفارہ ہوجائے گا‘‘۔ (الترغیب و الترهیب: ٥٥/٢، صحیح ابن حبان: ٥٨٣/٥، رقم: ٣٤٢٤)

روزہ سے تندرستی میں اضافہ:

روزہ سے جہاں روحانی فائدے ہیں، وہیں روزہ جسمانی صحت کا بھی اہم سبب ہے، چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

’’جہاد کرو مالِ غنیمت حاصل کروگے اور روزہ رکھو صحت مند رہوگے اور سفر کرو دوسروں سے بے نیاز رہوگے‘‘۔ (المعجم الأوسط: ١٤٤/٩، رقم: ٨٣٠٨، الترغیب و الترهیب: ٤٩/٢)

روزہ بدن کی زکوۃ ہے:

جسم اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے،جس سے انسان ہروقت فائدہ اٹھاتا رہتا ہے ،جسم کا ایک ایک عضو اس قدر قیمتی ہے کہ ساری دنیا کی دولت بھی اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے ،اس نعمت کا حق یہ ہے کہ جس طرح مال ودولت کی نعمت کی زکوۃ نکالی جاتی ہے،اسی طرح جسم کی بھی زکوۃ نکالی جائے اور جسم کی زکوۃ روزہ ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

’’روزہ آدھا صبر ہے،اور ہر چیز کی زکوۃ ہوتی ہے اور بدن کی زکوۃ روزہ ہے‘‘۔

(شعب الایمان :۲۹۲/۳،رقم:۳۵۷۷،الترغیب و الترھیب:۵۱/۲)

روزہ سے متعلق چند اہم احکام ومسائل

اب یہاں سے روزہ سے متعلق چند اہم مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

روزہ کس پر فرض ہے؟

ماہِ رمضان المبارک کے روزے رکھنا ہر عاقل بالغ مسلمان غیر معذور شخص پر فرض ہے۔(الفتاوی التاتار خانیة :۳۵۱/۳،الفتاویٰ الھندیة:۱۹۵/۱،فتح القدیر:۳۰۲/۲)

کن حالتوں میں روزہ رکھنا درست نہیں؟

حیض ونفاس والی عورتوں کے لیے روزہ رکھنا جائز نہیں ؛لیکن بعد میں قضا لازم ہے۔(الموسوعة الفقھیة:۲۱/۲۸،حاشیة الطحطاوي علی المراقي:۳۴۸،رد المحتار :۳۳۱/۳،تاتار خانیة:۳۵۱/۳،ھندیة:۱۹۵/۱)

کن حالتوں میں روزہ نہ رکھنا مباح ہے؟

مریض،مسافر،حاملہ،دودھ پلانے والی عورت،تیماردار(جب کہ اس کے روزہ رکھنے سے مریض کا نقصان ہو)نہایت کمزور،بھوک پیاس سے مجبور،مجاہد فی سبیل اللہ (جب کہ اس کے روزہ سے جہاد میں نقصان ہو)اور جنون وبے ہوشی میں مبتلا شخص کے لیے اعذار کی بناء پر روزہ نہ رکھنا مباح ہے،جب ان کا عذر زائل ہوجائے تو وہ روزہ کی قضا کریں،ہاں اگر کوئی ایسا شخص ہو جسے روزہ رکھنے پر قدرت ہی نہ رہے تو اس کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ ہر روزہ کے بدلہ میں فدیہ(ایک صدقۂ فطر کی مقدار)دے دیا کرے۔

(عالمگیری:۲۰۶/۱،۲۰۸،تبیین الحقائق:۱۸۹/۲،فتح القدیر:۳۵۰/۲)

ہر روزہ کی الگ الگ نیت کرنا:

رمضان المبارک کے ہر روزہ کے لیے الگ الگ نیت کرنا ضروری ہے۔

(ھندیہ:۱۹۵/۱،رد المحتار:۳۴۴/۳،تاتار خانیة:۳۶۸/۳)

نصف النہار سے پہلے پہلے فرض ونفل روزہ کی نیت:

نصف النہار شرعی(جو جنتریوں میں عام طور پر ضحوۂ کبریٰ کے نام سے لکھا رہتا ہے ،یعنی صبح صادق اور غروب آفتاب کا بالکل درمیانی وقت)سے پہلے تک اگر رمضان کے اداء روزے کی نیت کرلی جائے تو روزہ صحیح ہوجائے گا۔(اس وقت کے بعد نیت معتبر نہیں ہے)۔

(رد المحتار :۳۳۸/۳۔۳۴۱،ھندیہ:۱۹۵/۱)

زبان سے نیت ضروری نہیں:

نیت کے لیے زبان سے تلفظ کی ضرورت نہیں ؛بلکہ محض دل سے ارادہ کرلینا کافی

ہے، حتی کہ روزہ کے لیے سحری کھانا بھی نیت کے قائم مقام ہوتا ہے۔(هندیه: ۱/ ۱۹۵، الدر المختار: ۳/ ۳۴۵، تاتار خانیة: ۳/ ۳۶۸)

نوٹ: بعض لوگ عربی زبان میں روزہ کی نیت ضروری سمجھتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔

(جواهر الفقه: ۱/ ۳۷۸)

نیت کے بعد صبح صادق سے پہلے کھانا پینا:

روزہ کی ابتداء صبح صادق سے ہوتی ہے اس لیے جب تک صبح صادق نہ ہو کھانا پینا وغیرہ سب جائز ہے، اگرچہ روزہ کی نیت پہلے کر چکا ہو۔

(تاتارخانیة: ۳/ ۳۵۲، هندیه: ۱/ ۱۹۴، هدایه: ۱/ ۲۱۶)

سحری کی فضیلت:

روزہ رکھنے کے لیے سحری (آخری شب میں کھانا پینا) مسنون ہے، اور حدیث میں اس عمل کو باعثِ برکت قرار دیا گیا ہے، اس لیے سحری کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔

(صحیح البخاري: ۱/ ۲۵۷، صحیح المسلم: ۱/ ۳۵۰، مشکوة المصابیح: ۱/ ۱۷۵)

سحری میں تاخیر کرنا:

سحری میں تاخیر مستحب ہے، مگر اتنی تاخیر کرنا کہ وقت میں شک پیدا ہو جائے مکروہ ہے۔(هندیه: ۱/ ۲۰۰، هدایه: ۱/ ۲۲۵، مراقی الفلاح: ۳۷۳، تاتارخانیة: ۳/ ۳۵۵، الدرالمختار مع الرد: ۳/ ۴۰۰، تاتارخانیة: ۳/ ۳۵۵)

بلا سحری روزہ رکھنا:

سحری کھانا اگرچہ مسنون ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص سحری کھائے بغیر ہی روزہ کی

نیت کرلے، تو بھی اس کا روزہ درست ہو جائے گا، البتہ سحری کی برکت سے محروم رہے گا۔

(بدائع الصنائع: ۲/ ۲۶۶، رد المحتار: ۳/ ۴۰۰، تاتار خانیة: ۳/ ۳۵۵)

افطار میں جلدی کرنے کا حکم:

افطار کا وقت ہو جانے کے بعد افطار میں جلدی کرنا مسنون ہے اور بلاوجہ تاخیر کرنا پسندیدہ نہیں ہے، احادیث شریفہ میں افطار میں جلدی کرنے کی فضیلت وارد ہے۔(دیکھئے: صحیح البخاري: ۱/ ۲۶۳، صحیح المسلم: ۱/ ۳۵۱، مشکوة المصابیح: ۱/ ۱۷۵، سنن الترمذي: ۱/ ۱۵۰)

افطار کے مسنون کلمات:

افطار کرتے وقت درج ذیل کلمات پڑھنا مسنون ہے: **ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ**. (سنن الدارقطني: ۲/ ۱۶۴)

"پیاس جاتی رہی، رگیں تر ہو گئیں اور ثواب طے ہو چکا، ان شاء اللہ"۔

نیز یہ دعا بھی ثابت ہے: **اَللّٰهُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ أَفْطَرْتُ**. (سنن أبي داوٗد: ۱/ ۳۲۲)

"اے اللہ! میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے دیے ہوئے رزق سے افطار کیا"۔

کھجور یا پانی سے افطار کا حکم:

بہتر ہے کہ کھجور سے افطار کیا جائے، اور اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کرنا افضل ہے۔(سنن الترمذي: ۱/ ۱۴۹، مشکوة المصابیح: ۱/ ۱۷۵)

عورت صبح صادق کے بعد حیض سے پاک ہوئی:

اگر عورت صبح صادق کے بعد دن میں کسی وقت حیض یا نفاس سے پاک ہوئی ،تو آج کے دن وہ روزہ نہیں رکھے گی ، بلکہ بعد میں اس دن کی قضاء کرے گی ،البتہ روزہ داروں کی طرح شام تک کھانے پینے سے احتراز کرے۔(تنویر الابصار: ۳/ ۳۸۳، طحطاوي: ۳۷۰،هداية:۱/ ۲۲۵هندية :۱/ ۲۱٤،خانية:۱/ ۲۱۷،تاتار خانية:۳/ ٤۲۷)

دس سال سے کم عمر بچوں سے روزہ رکھوانا:

دس سال سے کم عمر بچہ اگر ایسا صحت مند ہو کہ روزہ رکھنے سے اس کو کوئی مشقت نہ ہو تو ایسے بچے سے روزہ رکھوانے میں کوئی حرج نہیں ؛لیکن اگر بچہ کمزور ہو یا اتنا چھوٹا ہو کہ روزہ رکھنا اس کے لیے سخت تکلیف کا باعث ہو،تو اس سے روزہ نہیں رکھوایا جائے گا۔

(هندية:۱/ ۲۱۳،الدر المختار مع الرد:۳/ ۳۸۵)

نـــوٹ: آج کل لوگ ناموری کے لیے زبردستی چھوٹے چھوٹے بچوں سے روزہ رکھواتے ہیں اور پھر ان کی تصاویر اخبارات میں شائع کی جاتی ہیں اور روزہ کشائی کے نام پر بڑی بڑی دعوتیں (افطار پارٹیاں) کی جاتی ہیں، یہ سب باتیں رسومات میں داخل ہیں اور قابلِ ترک ہیں ان سے احتراز کرنا چاہیے۔(کتاب المسائل:۲/ ۱۵۱)

وہ کام جو روزہ میں مفسد نہیں ہیں یعنی ان سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

(۱) بھول کر کھانا پینا یا جماع کرنا۔(صحیح البخاري:۱/ ۲۵۹،صحیح المسلم:۱/ ۳٦٤،مشکوۃ المصابیح:۱/ ۱۷٦،مراقی الفلاح : ۳٦۰،هندية:۱/ ۲۰۲،تاتار خانية:۳/ ۳۷۵،رد المحتار :۳/ ۳٦۵،البحر الرائق:۲/ ۲۷۱)

(۲) روزہ میں خون ٹیسٹ کرانا۔(عالمگیری:۱/ ۱۹۹،قاضی خان:۱/ ۲۰۸ ،

مراقی الفلاح:۳٦۱)

(۳) روزہ میں انجکشن یا ٹیکہ لگوانا۔(بدائع الصنائع:۲/ ۲٤۳،رد المحتار :۳/ ۳۷٦،جواهر الفقه:۱/ ۳۷۹)

نـــوٹ: لیکن اگر ایسا انجکشن ہو کہ جس کی دوا براہِ راست دماغ یا معدہ تک پہنچتی ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔(حوالۂ بالا)

(۴) روزہ میں گلوکوز چڑھوانا۔(تاتار خانية:۳/ ۳۷۹،رد المحتار :۳/ ۳۷٦ ، بدائع الصنائع:۲/ ۲٤۳)

(۵) روزہ میں ڈائلیسس (گردہ کی دھلائی) کرانا۔(کتاب المسائل:۲/ ۱۵٤)

(٦) روزہ میں آکسیجن لینا۔(مفطرات الصیام المعاصرة:۵٦،آئینۂ رمضان :٦۵، کتاب المسائل:۲/ ۱۵۵)

(۷) ہومیوپیتھک کی بعض سونگھی جانے والی دواؤں کا سونگھنا۔(مراقی الفلاح مع الطحطاوی:۵٤۳،آئینۂ رمضان:۷۱)

(۸) معدے کے ٹیسٹ کے لیے حلق میں نلکی ڈالنا۔(مفطرات الصیام المعاصرة:٤۵۔۵۲)

(۹) بلا اختیار حلق میں مکھی یا مچھر چلا جانا۔(هداية:۱/ ۲۱۸،رد المحتار :۳/ ۳٦٦)

(۱۰) خود بخود قے ہونا۔(مراقی الفلاح:۳٦۲،هداية:۱/ ۲۱۸،البحر الرائق:۲/ ۲۷٤،تاتار خانية:۳/ ۳۷۵،رد المحتار :۳/ ۳۹۲)

(۱۱) دانت سے خون نکلا مگر اندر نہیں گیا۔

(رد المحتار:۳/ ۳٦۷،هندية:۱/ ۲۰۳،فتح القدير:۲/ ۳۳۲)

(۱۲) **حالتِ جنابت میں صبح کرنا۔** (الدر المختار مع الرد:۳۷۲/۳،مراقی الفلاح: ۳۶۲،تاتار خانية:۳۸٤/۳)

(۱۳) **دانت میں چنے کے بقدر غذا لگی رہنا۔** (هندية:۲۰۲/۱،تاتار خانية:۳۸۱/۳،مجمع الانهر:۲٤٦/۱،هداية:۲۰۲/۱،تاتار خانية:۳۸۱/۳،مجمع الانهر:۲٤٦/۱،هداية:۲۱۸/۱،الدر المختار مع الرد:۳٦۷/۳)

(۱۴) **پان کی سرخی منہ میں رہ جانا۔** (هندية:۲۰۳/۱،بزازية:۱۰۰/٤،رد المحتار :۳٦۷/۳،مراقی الفلاح:۳٦۱)

(۱۵) **روزہ میں مسواک کرنا۔** (سنن الترمذي:۱٥٤/۱،سنن أبى داوٗد: ۳۲۲/۱،مشكوة المصابيح:۱۷٦/۱،هندية:۱۹۹/۱،هداية:۲۲۱/۱،بدائع الصنائع: ۲٦۸/۲،رد المحتار :۳۹۹/۳)

(۱۶) **روزہ میں سرمہ لگانا۔** (هندية:۱۹۹/۱،الدر المختار مع الرد: ۳۹۷/۳، هدايه:۲۲۱/۱،تاتار خانية:۳۷۹/۳)

(۱۷) **روزہ میں آنکھ میں دواڈالنا۔** (تاتار خانية:۳۷۹/۳،مراقی الفلاح: ۳٦۱،جواهر الفقه:۳۷۹/۱)

(۱۸) **روزہ میں پھول یا عطر کی خوشبو سونگھنا۔** (مراقی الفلاح:۳٦۱،رد المحتار: ۳٦۷/۳،تاتار خانية:۳۸۲/۳،المحيط البرهاني ،كوئٹه:٥٥٦/۲)

(۱۹) **روزہ میں سر یا بدن پر تیل لگانا۔** (رد المحتار :۳٦۷/۳،مجمع الانهر: ۲٤٤/۱،مراقی الفلاح:۳٦۱،جواهر الفقه:۳۷۹/۱)

(۲۰) **روزہ کے دوران بلا اختیار حلق میں دھواں یا گرد وغبار چلے جانا۔**

(الدر المختار مع الرد:۳٦٦/۳،مجمع الانهر:۲٤٥/۱،هندية:۲۰۳/۱)

(۲۱) **روزہ کی حالت میں احتلام (سوتے میں غسل کی حاجت) ہو جانا۔**

(رد المحتار :۳٦۷/۳،هداية:۲۱۷/۱،البحر الرائق:۲۷۲/۲)

(۲۲) **روزہ میں مذی نکلنا۔** (تاتار خانية:۳۸۷/۳،الدر المنتقى:۲٤٦/۱،احسن الفتاوی:٤٤۱/٤)

وہ کام جو روزہ میں مفسد ہیں، یعنی ان سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے:

(۱) **اگربتی کا دھواں منہ یا ناک میں داخل کرنا۔** (رد المحتار :۳٦٦/۳،مراقی الفلاح:۳٦۱،الدر المنتقى:۲٤٥/۱)

(۲) **روزہ کی حالت میں بھپارہ یا ''انہیلر'' کا استعمال۔**

(كتاب المسائل:۱٦۲/۲،ازرد المحتار :۳٦٦/۳)

(۳) **روزہ کی حالت میں جان بوجھ کر قے کرنا۔** (الدر المختار :۳۹۳/۳ ، هدايه: ۲۱۸/۱،تاتار خانية:۳۷٦/۳،تبيين الحقائق:۱۷٥/۲،مراقی الفلاح:۳٦۲)

(۴) **نکسیر کا خون اندر (حلق میں) چلا گیا۔** (تاتار خانية:۳۸۳/۳،مجمع الانهر:۲٤٥/۱)

(۵) **روزہ یاد ہوتے ہوئے کلی کرتے وقت بے اختیار حلق میں پانی چلا گیا۔**

(هندية:۲۰۲/۱،تاتار خانية:۳۷۸/۳،رد المحتار :۳۷٤/۳)

(۶) **ناک یا کان میں دوا یا تیل ڈالنا۔ (مفتی بہ قول پر)۔**

(هداية:۲۲۰/۱،هندية:۲۰٤/۱،مراقی الفلاح:۳٦۷،مجمع الانهر:۲٤۱/۱)

(۷) **روزہ کی حالت میں حقہ یا بیڑی سگریٹ پینا۔** (رد المحتار :۳٦٦/۳،مراقی

الفلاح: ٣٧٠،مجمع الانهر: ٢٤٥/١،فتاویٰ دار العلوم: ٤١٥/٦)

(٨) روزہ کی حالت میں مشت زنی کرنا۔ (الدر المختار: ٣٧٩/٣)

(٩) بوس وکنار کی وجہ سے انزال ہو جانا۔ (رد المحتار: ٣٧٩/٣،هداية: ٢١٧/١،تاتار خانية: ٢٨٦/٣،هندية: ٢٠٤/١،مجمع الانهر: ٢٤٦/١،فتاویٰ دار العلوم: ٤١٧/٦)

(١٠) بواسیر کے اندرونی مسّوں پر دوا لگانا۔ (كتاب المسائل: ١٦٧/٢)

(١١) عورت کی شرمگاہ میں دوا رکھنا (ڈالنا)۔

(البحر الرائق: ٤٨٨/٢،هندية: ٢٠٤/١،بزازية: ٩٧/٤،تاتارخانية: ٣٨٩/٣)

کفارہ کب واجب ہوتا ہے؟

روزہ یاد ہونے کی حالت میں اگر کوئی مکلّف شخص رمضان میں جان بوجھ کر بلا کسی اشتباہ کے کوئی دل پسند غذا یا نفع بخش دوا کھا پی کر یا جماع کر کے روزہ کو فاسد کر دے، تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔ (هداية: ٢١٩/١،عالمگیری: ٢٠٥/١-٢٠٦،البحر الرائق: ٢٧٦/٢،تاتار خانية: ٣٨٩/٣،مراقی الفلاح: ٣٦٣)

کفارہ کیا ہے؟

رمضان المبارک کا روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ غلام یا باندی آزاد کرے، اگر یہ ممکن نہ ہو جیسا کہ آج کل کا دور ہے تو لگاتار دو مہینہ کے روزے رکھے درمیان میں ایک بھی ناغہ نہ ہو، ورنہ پھر از سر نو رکھنے پڑیں گے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو، تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔ (نور الایضاح مع مراقی الفلاح: ٣٦٦،الفتاوى الولوالجية: ٢٢٥/١،مجمع الانهر: ٢٣٩/١،البحر الرائق: ٢٧٧/٢،رد المحتار: ٣٩٠/٣)

روزہ کے مستحبات:

روزہ کی سنتیں اور مستحبات اگر چہ بہت ہیں، مگر ہم اختصار کے پیش نظر ان میں سے چند اہم اہم چیزوں کو ذکر کرتے ہیں۔

(١) سورج ڈوبتے ہی نماز سے پہلے روزہ کھولنے میں جلدی کرنا۔

(٢) کھجور یا چھوارے سے افطار کرنا اس کے بعد پانی کا درجہ ہے۔

(٣) جس چیز سے روزہ افطار کیا جائے وہ طاق عدد ہو۔

(٤) افطار کرتے ہوئے دعاءِ ماثورہ کا پڑھنا مثلاً: اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ.

(٥) کچھ نہ کچھ سحری کے وقت کھانا پینا، خواہ تھوڑا سا ہی ہو، یا ایک گھونٹ پانی ہو۔

(٦) اتنی تاخیر نہ کرنا کہ صبح ہونے کا اندیشہ ہونے لگے۔

(٧) زبان کو بے ہودہ گوئی سے باز رکھنا۔ اور ہر طرح کے حرام افعال مثلاً غیبت اور چغلی کرنے سے بہر حال بچتے رہنا۔

(٨) رشتہ داروں محتاجوں اور مسکینوں کو صدقات وخیرات سے نوازنا۔

(٩) حصولِ علم میں مشغول رہنا، تلاوت کرنا، درود شریف پڑھنا، ذکرِ الٰہی میں رات دن لگے رہنا۔

(١٠) اور اعتکاف کرنا۔ (الموسوعة الفقهية: ٢٨/٢٨-٢٩)

ہم اختصار کے پیش نظر اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں، بقیہ مسائل کے لیے مبتلا بہ شخص کسی معتبر عالم دین سے رجوع کرے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحفۂ تراویح

رمضان المبارک میں مشروع دین اسلام کی ایک اہم عبادت
''تراویح'' کے مختصر احکام ومسائل قرآن وسنت
اور آثارِ سلف واقوالِ خلف کی روشنی میں

مرتب

مولانا قاری محمد سلمان الخیر النعیمی قاسمی

استاذِ عربی دار العلوم وقف شاہ بہلول سہارنپور، یوپی، الہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمازِ تراویح ایک سالانہ عبادت

نمازِ تراویح ایک اہم سالانہ عبادت ہے، جو انسان کو اللہ کے بے حد قریب کرنے والی ہے، اس کے اتنے اہم عبادت ہونے کے باوجود یہ بات مشاہدہ میں آتی ہے کہ بہت سارے منکرات کھلے عام سرانجام پاتے ہیں ؛لیکن ماہِ رمضان المبارک میں علماء اور مفتیانِ کرام کی مصروفیت کی وجہ سے نمازِ تراویح میں پائی جانے والی بے اعتدالیوں اور کوتاہیوں کی بروقت اصلاح نہیں ہو پاتی ،اور ماہِ رمضان المبارک کے بعد اس موضوع پر کچھ لکھنا یا بولنا ضروری خیال نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے بہت سے علاقوں میں تو نمازِ تراویح ایک رسم بن کر رہ گئی ہے؛ اس لیے وہاں نمازِ تراویح کے بعض اہم امور کے مطلوبہ شرعی معیار پر نہ ہونے کی وجہ سے اصلاح ضروری ہے۔

علمائے دین چونکہ مسلمانوں کے لیے قبلہ نما اور مشعلِ راہ کا درجہ رکھتے ہیں؛ اس لیے اُمتِ مسلمہ کو ہر موڑ پر شاہ راہِ اعتدال پر گامزن کرنے کی کوشش ان کا اہم فریضہ ہے، انہیں اِس کی ضرور کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توجہ اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تراویح کا ثبوت دورِ نبوت اور دورِ صحابہ میں

رمضان المبارک کی ایک امتیازی عبادت ''نمازِ تراویح'' ہے، جو اپنی الگ ہی ایک شان رکھتی ہے، اس نماز کے ذریعہ رمضان المبارک میں مسجدوں کی رونق بڑھ جاتی

ہےاورعبادت کےشوق میں غیرمعمولی اضافہ ہوجاتا ہے۔

نمازِ تراویح رمضان المبارک میں قیام اللیل کاایک بڑاذریعہ ہے ،اس کی مشروعیت میں تدریج کوپیش نظر رکھا گیاہے سرکارِدوعالم ﷺ کے زمانہ میں بالکل ابتدائی مرحلہ میں اس نماز کی صرف ترغیب دی گئی تھی ،تعدادِرکعات اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کااہتمام نہیں تھا۔

صحیح احادیثِ شریفہ سے ثابت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے رمضان المبارک میں تین دن مسجدنبوی میں باجماعت نماز پڑھائی؛لیکن جب مجمع زیادہ بڑھنے لگااورصحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے غیرمعمولی ذوق وشوق کودیکھ کرآپ ﷺ کوخطرہ ہوا کہ کہیں یہ نماز اُمت پرفرض نہ کردی جائے ،تو آپ ﷺ نے یہ سلسلہ موقوف فرمادیا۔

(صحیح البخاری:۱/۲۶۹)

لیکن ساتھ میں آپ ﷺ رمضان المبارک کی راتوں میں زیادہ سے زیادہ عبادات انجام دینے کی ترغیب دیتے رہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا:

جوشخص رمضان المبارک کی راتوں کوایمان اوراخلاص کے ساتھ عبادت میں گذارے گا،اس کے پچھلے سب گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

(صحیح البخاری:۱/۲۶۹،مشکوۃ المصابیح:۱/۱۷۳)

عہدِنبوت ہی میں ایک مرحلہ یہ پیش آیا کہ سرکارِدوعالم ﷺ نے رمضان المبارک کی راتوں میں قیام کی سنیت کاباضابطہ طور پراعلان فرمایا:

اِنَّ رَمَضَانَ شَهْرٌ اِفْتَرَضَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ صِيَامَهُ ،وَاِنِّیْ سَنَنْتُ لِلْمُسْلِمِيْنَ قِيَامَهُ،فَمَنْ صَامَهُ وَقَامَهُ اِيْمَانًاوَّاحْتِسَابًا خَرَجَ مِنَ الذُّنُوْبِ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ. (مسند احمد ،رقم:۱۶۸۸، دارالمعارف)

ترجمہ:بے شک رمضان المبارک کے روزے کواللہ تعالیٰ نے فرض قراردیا ہے اور میں مسلمانوں کے لیے رمضان کی راتوں کے قیام کومسنون قراردیتاہوں ،پس جو مسلمان ایمان واخلاص کے ساتھ روزہ رکھےاورعبادت کے لیے کھڑارہے وہ گناہوں سے ایسانکل جاتا ہے،جیسے آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

آپ ﷺ کی اس ترغیب کی وجہ سے حضراتِ صحابہؓ رمضان المبارک میں کثرتِ عبادت کااہتمام کرتے تھے ،جولوگ قرآن کریم کے حافظ تھے وہ خودنوافل میں قرآن پڑھتے اور جوحافظ نہ تھے وہ کسی حافظ کی اقتداء میں قرآن کریم سننے کی سعادت حاصل کرتے تھے۔

چنانچہ حضرت ثعلبہ ابن ابی مالک القرظی علیہ الرحمہ (جومدینہ منورہ کے رہنے والے تابعی عالم ہیں)مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کی رات میں پیغمبر ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشہ میں کچھ لوگ جماعت سے نماز پڑھ رہے ہیں ۔آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ یہ لوگ کیا کررہے ہیں؟ توکسی نے جواب میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ وہ حضرات ہیں جن کوقرآن کریم حفظ نہیں ہے،تو حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ نماز میں قرآن کریم پڑھ رہے ہیں اور یہ لوگ ان کی اقتداء میں نماز اداکررہے ہیں ،یہ سن کر نبیٔ کریم ﷺ نے ان کے اس عمل کوسراہتے ہوئے

ارشادفرمایا:

أَصَابُوْا أَوْنِعْمَ مَاصَنَعُوْا.

''انہوں نے بہت اچھا کیا'' اور آپ ﷺ نے ان کے بارے میں کوئی ناگواری کی بات ارشادنہیں فرمائی۔(السنن الکبری للبیہقی؛۲/۴۹۵)

اس تفصیل سے اتنایقیناً معلوم ہوگیا کہ دورِنبوت میں رمضان المبارک کی وہ خصوصی نماز جسے بعد میں ''تراویح'' کانام دیا گیا، یقیناً پڑھی جاتی رہی، اور حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس نماز سے بخوبی واقف تھے، اورتنہاتنہا اور کبھی جماعت سے اسے پڑھاکرتے تھے۔

پھردورِصدیقی اور دورِفاروقی کے ابتدائی زمانہ تک یہ سلسلہ یونہی جاری رہا، عہدِ فاروقی میں جب ایران اور روم کی طاقتیں ختم ہوئیں تو حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِخلافت کے آخری چھ سالوں میں ملک وملت کی تنظیم سے متعلق کارہائے نمایاں انجام دیے، باقاعدہ جماعت کے ساتھ بیس رکعات تراویح کانظام اسی ملی تنظیم کا حصہ ہے، بخاری شریف میں اُس کی تفصیل یوں واردہوئی ہے:

ایک رات سیدنا حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ مسجدنبوی میں تشریف لائے، اور یہ دیکھ کرکہ لوگ مسجد میں تنہایا چھوٹی چھوٹی ٹولیاں بناکرنمازِتراویح پڑھتے ہیں، آپ نے مناسب سمجھا کہ تراویح کی باقاعدہ جماعت قائم کردی جائے (کیونکہ جس خطرۂ وجوب کی وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے جماعت تراویح کا سلسلہ موقوف فرمادیاتھا، اب آپ ﷺ کی وفات کے بعد یہ خطرہ باقی نہ رہاتھا) چنانچہ آپؓ نے صحابہؓ کے سب سے بڑے

قاری حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کوتراویح کاامام مقررفرمادیا، اور صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نمازتراویح پڑھنے لگے، اس نئے نظام کے شروع ہونے کے بعد ایک مرتبہ حضرت عمرفاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو ارشادفرمایا:

نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ.

یعنی یہ نمازِتراویح اس انداز سے جماعت کے ساتھ پڑھنا کیا ہی اچھا کام ہے، یہ کوئی نئی ایجادنہیں ہے۔(صحیح البخاری: ۱/۲۶۹)

ابن قدامہ حنبلیؒ (م:۶۲۰ھ) لکھتے ہیں:

جب خلیفۂ ثانی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو آپ نے یہ سوچ کرکہ اب تراویح کی فرضیت کاکوئی امکان نہیں؛ لہٰذا جماعت کے ساتھ اداکرنا چاہیے؛ چنانچہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کوتراویح کاامام مقررکردیاگیا، یہ ایک بڑافیصلہ تھا، حضراتِ صحابہ میں سے کسی نے بھی اس فیصلہ پرنکیرنہیں فرمائی؛ بلکہ اِس پرعمل شروع کردیا؛ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ مرادِنبوی کے عین مطابق ہے، اس طرح سے صحابۂ کرام کا بیس رکعات نمازِتراویح پراتفاق ہوگیا۔

(المغنی:۱/۷۹۸، دارالکتب العربی، بیروت)

چونکہ باجماعت تراویح کی نماز پر اجماع ہوچکاتھا؛ اس لیے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دورِخلافت میں سابقہ صورت وکیفیت برقراررہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نمازِتراویح کی امامت فرمایاکرتے تھے؛ البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے

دور میں دعاءِ ختم قرآن کا بھی اضافہ ہوا، جو پہلے کے ادوار میں نہیں تھا، پھر جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بجائے خود تراویح کی امامت کرنے کے، صرف وتر کی امامت پسند فرمائی اور حسب سابق تراویح کے لیے ایک اچھے قاری کا انتخاب فرمایا۔ تراویح کا یہ سلسلہ مسجد نبوی میں کبھی موقوف نہیں ہوا اور تا ہنوز جاری ہے۔

(تلخیص: التراویح اکثر من الف عام فی مسجد النبی، عطیہ محمد سالم)

اس تحریر سے معلوم ہوا کہ نمازِ تراویح ایک اہم سالانہ نماز ہے، اور اس کی ادائیگی پچھلے تمام صغیرہ گناہوں سے معافی کا ذریعہ ہے؛ اسی لیے عہدِ نبوت سے لے کر آج تک اِس نماز کی ادائیگی کا اہتمام جاری ہے، چونکہ نمازِ تراویح میں فرضیت کی شان پیدا ہونے کا اندیشہ ہو گیا تھا؛ اس لیے عہدِ نبوت میں باضابطہ طور پر اس کا نظام جاری نہیں کیا گیا؛ لیکن اس سے نمازِ تراویح کی اہمیت وافادیت کا اندازہ لگانا آسان ہو جاتا ہے، علاوہ ازیں کسی عمل میں ترقی کے تدریجی مراحل عند اللہ اُس عمل کے مقبول ہونے کی ایک بڑی دلیل ہوا کرتے ہیں۔

تراویح کی کتنی رکعات ہیں؟

حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بیس (٢٠) رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پر اجماع کا ثبوت ہے، اور ان خلفائے راشدین کے زمانہ میں بیس رکعات تراویح اور تین رکعت وتر باجماعت پڑھنے کا سلسلہ باضابطہ جاری ہوا، اور اس پر حضراتِ صحابہ میں سے کسی نے نکیر نہیں فرمائی، اسی سے اجماعِ صحابہ کا ثبوت ہوا۔ اور صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ"، تم میری سنت کو مضبوطی سے پکڑو اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت کو بھی مضبوطی سے پکڑو۔ اور حضرت عمر، حضرت عثمان، اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلفائے راشدین میں سے ہونے میں اُمت کا اتفاق ہے، اور ان خلفائے راشدین کے زمانہ سے پہلے بیس رکعات تراویح منظم طریقہ سے باجماعت پڑھنے کا معمول نہیں تھا؛ بلکہ اپنے اپنے طور پر پڑھنے کا معمول رہا ہے۔ اور جماعت کے ساتھ پڑھنے کا معمول وسلسلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے جاری ہوا؛ اس لیے بیس رکعات تراویح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کو ان خلفائے راشدین کی سنت کہا جا سکتا ہے، مگر اس تراویح کا سلسلہ حضور ﷺ کے زمانہ سے جاری تھا، صرف نظم وانتظام نہیں تھا۔

اب (بیس) رکعات تراویح اور ٣/وتر سے متعلق یہاں چند روایات نقل کی جا رہی ہیں، ممکن ہے کہ کسی بندۂ خدا کو فائدہ پہنچ جائے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت

تمیم داری رضی اللہ عنہ نے گیارہ (۱۱) رکعات پڑھائیں (آٹھ رکعات تراویح اور تین وتر)۔(السنن الکبری للبیهقی:۲/۴۹۶)

لیکن اکثر روایات اور آثارِ صحابہ سے بیس (۲۰) رکعات تراویح کا پتہ چلتا ہے، چند روایات درج ذیل ہیں:

☆عبدالعزیز بن رفیع علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں مدینہ منورہ میں بیس (۲۰) رکعات تراویح لوگوں کو پڑھاتے تھے، اس کے بعد تین (۳) رکعت وتر کی پڑھایا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبة:۵/۲۲۴، رقم:۷۷۶۶)

☆سائب بن یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دورِ فاروقی میں حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم رمضان المبارک میں بیس (۲۰) رکعات باجماعت پڑھا کرتے تھے، نیز یہ بھی فرمایا کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ سو سے اوپر آیتوں والی سورتیں تراویح میں پڑھتے تھے اور لمبے قیام کی وجہ سے اپنی لاٹھیوں پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے ۔(مسند ابن الجعد:۴۱۳، معرفة السنن والآثار للبیهقي:۲/۳۰۵، نیل الأوطار للشوکاني:۳/۵۷، مصنف عبد الرزاق:۴/۲۰۱، صحیح البخاري:۱/۳۱۲، السنن الکبری:۲/۴۹۶، رقم:۴۷۲۳)

☆یزید بن رُومان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ رمضان المبارک میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تیئیس (۲۳) رکعت نمازِ تراویح پڑھتے تھے (بیس رکعات تراویح اور تین وتر)۔(مؤطا امام مالک:۴۰، السنن الکبری للبیهقی:۲/۴۹۶)

☆حضرت محمد بن کعب القرظی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ رمضان المبارک میں (تراویح) بیس رکعات پڑھتے تھے۔

(قیام اللیل للمروزي:۱۵۷)

☆ابوالخصیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ ہمیں پانچ (۵) ترویحوں سے بیس (۲۰) رکعات پڑھایا کرتے تھے۔

(السنن الکبری للبیهقی: ۲/ ۴۹۶)

☆ابوعبدالرحمٰن السلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قراء حضرات کو بلایا، پھر ان میں سے ایک صاحب کو منتخب کر کے حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھایا کریں، اور اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان لوگوں کو وتر کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔(السنن الکبری للبیهقی: ۲/ ۴۹۶)

☆حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جمع کر دیا تھا، وہ لوگوں کو بیس رکعات (تراویح) پڑھاتے تھے۔(سنن ابی داؤد:۱/۲۰۳، سیر اعلام النبلاء:۳/۱۷۷، جامع المسانید والسنن:۱/۵۵، الهدی النبوی الصحیح فی صلوة التراویح:۵۶)

☆حضرت امام اعمش سلیمان بن مہران رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں رمضان المبارک میں بیس رکعات (تراویح) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔(قیام اللیل للمروزي:۱۵۷، عمدة القاري:۸/۲۴۶)

☆سیدنا حضرت شتیر بن شکل علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ وہ رمضان المبارک

میں بیس رکعات (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبة:۲۲۲/۵)

☆سیدنا حضرت ابوالبختری علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ وہ رمضان میں پانچ ترویحوں (کے ساتھ نمازِ تراویح) اور تین وتر پڑھتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبة:۲۲٤/۵)

☆حضرت نافع علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن ابی ملیکہ علیہ الرحمہ ہمیں رمضان المبارک میں بیس رکعات (تراویح) پڑھاتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبة:۲۲۳/۵)

☆اسماعیل بن عبد الملک کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر علیہ الرحمہ رمضان میں ہماری امامت فرماتے تھے، تو پانچ ترویحوں (کے ساتھ نمازِ تراویح) پڑھاتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق:۲۰٤/٤)

☆حضرت سعید بن عبید علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ربیعہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات (تراویح) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبة:۲۲٤/۵)

☆حضرت حارث علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ وہ رمضان میں لوگوں کی امامت فرماتے تھے تو بیس رکعات (تراویح) اور تین وتر پڑھاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبة:۲۲٤/۵)

☆یحیٰ بن سعید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو مکلّف بنا رکھا تھا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھا دیا کریں۔

(مصنف ابن ابی شیبة:۲۲۳/۵،رقم:۷۷۷٤)

☆حضرت عطاء ابن ابی رباح خراسانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے

لوگوں (یعنی حضراتِ صحابہ) کا زمانہ پایا ہے، وہ (رمضان المبارک میں تراویح) وتر سمیت تئیس (۲۳) رکعات پڑھتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبة:۲۲٤/۵)

☆حضرت ابوالحسناء رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعات (تراویح) پڑھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبة:۲۲۳/۵،السنن الکبری للبیهقي:۴۹۷/۲)

☆حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ لوگ (یعنی حضراتِ صحابہ و تابعین) رمضان میں پانچ ترویحوں (کے ساتھ نمازِ تراویح) کو پڑھتے تھے۔

(کتاب الآثار لأبي یوسف:٤١،باب السهو)

بیس رکعات تراویح کے بارے میں خلفاء راشدین اور جمہور صحابہ وتابعین کا اجماعی عمل آپ کے سامنے آچکا ہے، اب کس کی ہمت ہے کہ خلفائے راشدین اور اجلۂ صحابہ وتابعین کی مخالفت کرکے یوں کہے کہ بیس رکعات تراویح کا ثبوت نہیں ہے، اب آپ کے سامنے حضور اقدس ﷺ کے منشاء نبوت کو سمجھنے والے صحابہ اور سوادِ اعظم کا عمل واضح ہو چکا ہے، جب تمام صحابہ اور سوادِ اعظم کا بیس رکعات تراویح پر اتفاق ہے، تو ائمہ اربعہ اور خاص طور پر امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ پر بیس رکعات تراویح کے بارے میں اس طرح الزام قائم کرنے کی کیسے ہمت پیدا ہوئی کہ اس کا ثبوت حدیث میں نہیں ہے، اور جو حدیث میں نہیں ہے اس پر عمل کی ضرورت نہیں، ایسی باتیں وہی کرسکتا ہے جس میں خدا اور رسول کا خوف نہ ہو۔

بیس رکعات تراویح پر بعض مرفوع روایات

بیس رکعات تراویح اور تین رکعت وتر مرفوع روایات سے بھی ثابت ہیں، اگرچہ

مرفوع روایت کی سند میں تھوڑا سا کلام ہے؛ لیکن اجماع کی تائید میں پیش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ رمضان میں بیس (۲۰) رکعات تراویح پڑھتے تھے ،اور الگ سے وتر پڑھنے کا معمول تھا۔(مصنف ابن ابی شيبة:۲۲۵/۵،السنن الكبرى: ۲/ ۴۹۶،المعجم الكبير للطبراني:۳۱۱/۱۱،المنتخب من مسند عبد بن حميد:۲۱۸،رقم:۶۵۳)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں بغیر جماعت کے بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور الگ سے وتر پڑھتے تھے ۔(السنن الكبرى للبيهقي:۶۰۴/۴،رقم:۴۷۲۰)

ان دونوں حدیثوں کو اگرچہ صحیح کا درجہ حاصل نہیں ہے؛ لیکن موضوع بھی نہیں ہیں ،ان کو اجماعِ صحابہ کی تائید کے لیے لانے میں کوئی اشکال نہیں۔

اسی وجہ سے حرمین شریفین میں بھی ہمیشہ سے پورے رمضان میں بیس رکعت تراویح کی نماز مسلسل ہوتی آ رہی ہے۔(انوارِ رسالت:۹۵)

انہیں روایات وآثار اور تعاملِ صحابہ وتابعین کی وجہ سے جمہور علماء امت اور حضرات ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ) کا متفقہ موقف یہ ہے کہ تراویح کی رکعات بیس (۲۰) سے کم نہیں ہیں، بیس سے زیادہ کے تو اقوال ملتے ہیں (جیسا کہ امام مالکؒ کا قول ہے) لیکن بیس کے عدد سے کم کا ائمہ اربعہ میں سے کوئی قائل نہیں ہے، اور تمام عالم میں شرقاً وغرباً صدیوں سے اُمت کا عمل یہی چلا آ رہا ہے، حتی کہ حرمین شریفین میں آج تک بیس (۲۰) رکعات ہی پڑھی جاتی ہیں، اس لیے تراویح بیس (۲۰) رکعات پڑھنے

کا اہتمام کرنا چاہیے اور اس میں کسی مسلمان کو کسی قسم کی کوتاہی نہیں برتنی چاہیے۔

بیس رکعاتِ تراویح

پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ تراویح کی رکعات کے بارے میں اُمت کے ایک طبقہ کو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت سے اشتباہ ہوگیا ہے، جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رمضان اور غیر رمضان کی نوافل کو آٹھ کے عدد میں منحصر کیا ہے۔(صحيح البخارى:۱۵۴/۱،صحيح مسلم:۲۵۴/۱،سنن ابى داوٗد:۱۹۸/۱،مؤطاامام مالك:۱۰۲،سنن الترمذي:۹۹/۱،سنن النسائي:۲۳۷/۱،زادالمعاد:۱۲۷)

اس روایت سے بہت سے لوگ یہ استدلال کرتے ہیں کہ تراویح کی رکعات بھی صرف آٹھ ہیں، اس سے زیادہ نہیں؛ حالانکہ اس روایت کا تعلق تراویح سے نہیں؛ بلکہ تہجد سے ہے، اور تراویح کی رکعات پر اس روایت سے استدلال بالکل غیر معقول ہے؛ کیونکہ:

(ا) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ''غیر رمضان'' کو شامل کر کے جواب دینا یہ بتا رہا ہے کہ سوال ایسی نماز سے متعلق ہے جو غیر رمضان میں بھی پڑھی جاتی ہے اور ایسی نماز تہجد تو ہوسکتی ہے تراویح نہیں ہوسکتی؛ کیونکہ اسے غیر رمضان میں پڑھنے کا کوئی قائل نہیں۔

(۲) خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت تہجد کی آٹھ رکعات سے کم وبیش کے بارے میں بھی وارد ہے۔(صحيح البخاري:۱۵۳/۱)

تو چوں کہ رکعتوں کی تعیین کے متعلق روایت میں اضطراب پایا جاتا ہے، لہٰذا

استدلال تام نہیں۔

(۳) تیسرے یہ کی اسی روایت میں ایک سلام سے تین رکعت وتر پڑھنے کا ذکر ہے اور جو طبقہ تراویح کی آٹھ رکعات کا قائل ہے وہ اس روایت کے برخلاف ایک سلام سے وتر کی تین رکعات کا منکر ہے، اس لیے جب وتر میں یہ روایت ان کے نزدیک حجت نہیں، تو تراویح کی رکعات میں حجت کیسے مانی جاسکتی ہے؟۔

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

(۴) اس حدیث میں گیارہ رکعت تنہا پڑھنے کا ذکر ہے نہ کہ جماعت کے ساتھ اور تراویح جماعت سے پڑھی جاتی ہے۔

(۵) اس میں ایک سلام سے چار رکعت کا ذکر ہے؛ جبکہ تراویح ایک سلام سے دو دو رکعت پڑھی جاتی ہیں۔

(٦) حضراتِ محدثین کے نزدیک بھی یہ حدیث تراویح کے متعلق نہیں؛ کیونکہ عام طور پر حضراتِ محدثین کا طرز یہ ہے کہ تہجد کے لیے ''باب قیام اللیل'' اور تراویح کے لیے ''باب قیام رمضان'' قائم کرتے ہیں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت کو کبارِ محدثین یعنی امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ترمذی، امام مالک، امام نسائی، امام ابن قیم وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے باب صلوۃ اللیل (یعنی تہجد کے باب) میں ذکر فرمایا ہے، ان جبالِ حدیث حضرات کا اس حدیث کو قیام اللیل (یعنی تہجد کے باب) میں ذکر کرنا دلیل ہے کہ یہ تہجد سے متعلق ہے نہ کہ تراویح سے متعلق۔

بیس رکعات تراویح کا نقلاً وعقلاً ثبوت:

حدیث شریف میں آیا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ لَكُمْ صِيَامَهُ وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ. (مؤطاامام مالك:....)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کا روزہ فرض کیا ہے اور میں نے اس کی راتوں کا جاگنا یعنی تراویح پڑھنا مسنون کیا۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حدیث میں قیامه سے مراد تراویح ہے۔

رہا بیس کا عدد، سو اس کو ہم باحوالہ پہلے ذکر کرآئے، باقی عمل کے لیے ہم کو اتنا ہی کافی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر جماعت سے کے ساتھ پڑھے جاتے تھے، یہ روایت مؤطا امام مالک میں گو منقطع ہے؛ مگر عملاً متواتر ہے، اُمت کے عمل نے اس کو متواتر کردیا ہے۔ بس عمل کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

دیکھئے اگر کوئی پنساری کے پاس دوا لینے جائے، تو اس سے یہ نہیں پوچھتا کہ یہ دوا کہاں سے آئی اور اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ وہی دوا ہے جو میں لینا چاہتا ہوں؛ بلکہ اگر شبہ ہوتا ہے تو ایک دو جاننے والوں کو دکھلا کر اطمینان کرلیا جاتا ہے، اب اگر کوئی پنساری سے یہ کہے کہ مجھے تو اطمینان اس وقت ہوگا جب تم بیچنے والے (یا بنانے والے) کے دستخط دکھلادو گے کہ تم نے اس سے یہ دوا خریدی ہے، تو لوگ یہ کہیں گے کہ اس کو دوا کی ضرورت ہی نہیں اور پنساری بھی صاف کہہ دے گا کہ مجھے دستخط دکھلانے کی ضرورت نہیں، لینا ہو تو لو، نہ لینا ہو تو نہ لو، اسی طرح محققین سلف کا طرز ہے کہ وہ مدعی سے بحث نہیں کرتے، بس مسئلہ بتلادیا، اور اگر کسی نے اس میں حجتیں نکالیں تو صاف کہہ دیا کہ کسی دوسرے سے تحقیق کرلو، جس پر تم کو اعتماد ہو، ہمیں بحث کی فرصت نہیں۔ (تقليل المنام: ٥٤)

عوام کو اگر بتلا بھی دیا جائے کہ حدیث میں یہ ہے تو ان کو طریقِ استنباط کا علم کس طرح ہوگا، اس میں پھر وہ فقہاء کے محتاج ہوں گے، تو پہلے ہی سے فقہاء کے بیان پر کیوں اعتماد نہیں کرتے۔(تقليل المنام بصورة القيام:٥٤)

عمل کے لیے اتنا ثبوت کافی ہے:

حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

عمل کے لیے تو تراویح کا اتنا ثبوت کافی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے قول سے اس کو مسنون فرمایا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ عملاً تراویح کی بیس رکعتیں پڑھتے تھے، عوام کے لیے اتنا کافی ہے، اس سے زیادہ تحقیق علماء کا منصب ہے، اس سے اس وقت بحث نہیں۔(تقليل المنام بصورة القيام:٥٦)

تراویح بیس ہی رکعت کیوں پڑھنا چاہیے:

دہلی سے ایک نئے مجتہد صاحب آٹھ رکعت تراویح سن کر مولانا شیخ محمد صاحب (تھانویؒ) کے پاس آئے تھے اور انہیں اس میں شک تھا کہ تراویح آٹھ ہیں یا بیس، یہ نئے مجتہد اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہیں، کیوں صاحب حدیث میں بیس بھی تو آئی ہیں، ان پر کیوں نہیں عمل کیا، تاکہ اس کے ضمن میں آٹھ پر بھی عمل ہو جاتا (یعنی دونوں حدیثوں پر عمل ہو جاتا، بیس والی حدیث پر بھی اور آٹھ والی پر بھی)۔

اصل بات یہ ہے کہ نفس کو سہولت تو آٹھ ہی رکعت میں ہے تو بیس کیوں پڑھیں۔

بہرحال مولانا شیخ محمد صاحبؒ سے انہوں نے سوال کیا، مولانا نے فرمایا کہ اگر محکمہ مال سے یہ اطلاع آئے کہ مال گذاری داخل کرو (یا مثلا جرمانہ یا فیس وغیرہ کا

مطالبہ کیا گیا) اور تم کو معلوم نہ ہو کہ کتنی ہے، تم نے ایک نمبردار سے پوچھا کہ میرے ذمہ کتنی مال گذاری ہے، اس نے کہا کہ: آٹھ روپئے، تم نے دوسرے نمبردار سے پوچھا اس نے کہا: بارہ روپئے، اس سے تردد (شک) بڑھا، تم نے تیسرے سے پوچھا اس نے کہا: بیس روپئے، تو اب بتاؤ تمہیں کچہری میں کتنی رقم لے کر جانا چاہیے، انہوں نے کہا کہ: صاحب بیس روپئے لے کر جانا چاہیے، اگر اتنی ہی ہوئی (یعنی بیس) تو کسی سے مانگنا نہ پڑے گا اور اگر کم ہوئی تو رقم بچ رہے گی (میرے کام آئے گی) اور اگر میں کم لے کر گیا اور وہاں ہوئی زیادہ تو کس سے مانگتا پھروں گا، مولانا نے فرمایا: بس خوب سمجھ لو، اگر وہاں بیس رکعت طلب کی گئیں اور ہیں تمہارے پاس آٹھ، تو کہاں سے لا کر دو گے اور اگر بیس ہیں اور طلب کم کی ہے، تو بچ رہیں گی، اور تمہارے کام آئیں گی، کہنے لگے ٹھیک ہے، سمجھ میں آ گیا اب میں ہمیشہ بیس رکعتیں پڑھا کروں گا، بس بالکل تسلی ہوگئی، سبحان اللہ! کیا طرز ہے سمجھانے کا، حقیقت میں یہ لوگ حکماءِ اُمت ہوتے ہیں۔(روح القيام:٨٦)

علمی تحقیق:

حکیم الامت حضرت والا تھانوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

آج میں نے ایک صاحب کے خط کا جواب لکھا ہے اور تعجب ہے کہ وہ صاحب پڑھے لکھے بھی ہیں، اگر کوئی جاہل ہو تو اسے سمجھانا آسان ہے؛ مگر یہ پڑھے لکھے لوگ مشکل سے سمجھتے ہیں۔

اس خط میں لکھا تھا کہ آج کل طبیعتوں میں سستی غالب ہے اگر ان احادیث پر عمل کر لیا جائے جن میں آٹھ یا بارہ رکعت کی تصریح ہے، تو کیا حرج ہے، مجھے بھی

فکر ہوئی، کہ اس کا کیا جواب لکھوں، پھر میں نے اللہ سے دعاء کی کہ اے اللہ! اس کا کوئی جواب سمجھا دے؛ چنانچہ حق تعالیٰ نے مجھے سمجھا دیا، میں نے لکھا کہ یہ سیدھی سی بات ہے کہ بیس رکعت کے سنتِ مؤکدہ ہونے پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور اجماع کی مخالفت ناجائز ہے اور یہ اجماع علامت ہے ان احادیث کے منسوخ ہونے کی (جن میں آٹھ یا بارہ رکعت تراویح کا ذکر ہے) اور اگر اجماع میں یہ شبہ ہو کہ بعض علماء نے صرف آٹھ رکعت کو سنتِ مؤکدہ لکھا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اجماع اُس قول سے منعقد ہے، پس اس کے مقابلہ میں شاذ قول قابل اعتبار نہیں ہوگا، جب بیس رکعت کا سنتِ مؤکدہ ہونا ثابت ہو گیا تو اس کے ترک کرنے سے عتاب کا مستحق ہوگا۔

انہوں نے ایک بات اور لکھی تھی کہ صاحبِ فتح القدیر (علامہ ابن الہمام حنفیؒ) کی رائے ہے کہ آٹھ رکعتیں پڑھنی چاہیے، میں نے لکھا کہ جمہور کے مقابلہ میں ایک صاحب فتح القدیر کی رائے نہیں چل سکتی، خصوصاً جب کہ ان کا عمل خود ان کے خلاف ہو؛ کیونکہ صاحبِ فتح القدیر کی یہ علمی تحقیق ہے، مگر پڑھیں انہوں نے بھی ہمیشہ بیس (۲۰)، لہٰذا ان کی تحقیق قابلِ عمل نہیں ہے۔(برکاتِ رمضان: ۸۵)

بیس (۲۰) رکعت تراویح کا شرعی حکم:

سوال: اگر کوئی شخص ضعف اور دیگر امراض کی وجہ سے تراویح کی بیس (۲۰) رکعت نہ پڑھ سکے اور صرف آٹھ یا بارہ پڑھ لے، تو گناہ تو نہ ہوگا؟

جواب: تراویح بیس رکعت سنتِ مؤکدہ لکھا ہے، اس سے کم پڑھنے والا سنت مؤکدہ کا تارک ہوگا، پس جو عذر ترکِ سنت مؤکدہ کے لیے معتبر ہے وہ اس میں بھی معتبر

ہوگا ورنہ اگر کھڑے ہو کر دشوار ہو تو دشواری کے بقدر بیٹھ کر پڑھ لے۔(امدادالفتاویٰ: ۴۹۵)

بیس رکعات تراویح؛ جمہور علماء کا موقف اور اجماعِ اُمت

(۱) ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اجمع الصحابة علی ان التراویح عشرون رکعة.

(مرقاة المفاتیح: ۳/۳۴۶)

ترجمہ: حضراتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بیس رکعات تراویح پر اجماع کیا ہے۔

موصوف ہی شرحِ نقایہ میں لکھتے ہیں:

فصار اجماعا لماروی البیهقی باسناد صحیح انهم کانوا یقیمون علی عهد عمر عشرین رکعة وعلی عهد عثمان وعلی رضی الله عنهم. (شرح نقایه: ۱/۳۴۲)

ترجمہ: پس (بیس رکعات تراویح پر) اجماع منعقد ہوگیا، اس روایت کی وجہ سے جس کو امام بیہقی علیہ الرحمہ نے سندِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضراتِ صحابہ وتابعین حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ میں تراویح کی بیس رکعات ہی (جماعت سے) پڑھتے تھے۔

(۲) علامہ سید محمد بن محمد مرتضیٰ الزبیدی بلگرامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وبالاجماع الذی وقع فی زمن عمر اخذ ابو حنیفة والنووی والشافعی واحمد والجمهور واختاره ابن عبدالبر.

(اتحاف السادة المتقین بشرح احیاء علوم الدین: ۳/۴۲۲)

ترجمہ: اور اس اجماعِ صحابہ کی وجہ سے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں منعقد ہوا تھا، امام ابوحنیفہ، امام نووی، امام شافعی، امام احمد اور جمہور علماء وفقہاء نے کہا (اور مسلک اختیار کیا کہ تراویح بیس رکعات ہیں) اور اسی قول (اور مسلک) کو حافظ ابوعمر وابن عبدالبر مالکیؒ نے بھی اختیار کیا ہے (یعنی مالکیہ کا مسلک وموقف بھی یہی ہے)۔

(۳) حضرت امام ترمذی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

واکثر اھل العلم علی ماروی عن علی وعمر وغیرھما من اصحاب النبی ﷺ عشرین رکعة. (سنن الترمذی:۱/۱۶۶)

ترجمہ: اکثر اہلِ علم (صحابہ وتابعین، فقہاء ومحدثین) کی رائے یہی ہے کہ تراویح کی بیس رکعات ہیں، اس روایت (اور تعامل وتواتر) کی بنا پر جو حضرت علی، حضرت عمر اور دیگر حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے۔

(۴) ملک العلماء علامہ ابوبکر الکاسانی رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب ''بدائع الصنائع'' میں اس اجماع کا تذکرہ ان الفاظ سے کرتے ہیں:

والصحیح قول العامة لماروی ان عمر رضی الله عنه جمع علی ابی بن کعب فیصلی بھم فی کل لیلة عشرین رکعة ولم ینکر علیه احد فیکون اجماعا منھم علی ذلک . (بدائع الصنائع:۱/۶۴۴)

مطلب یہ ہے کہ حضراتِ صحابہ کی موجودگی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں جمع فرمایا، اور حضرت ابی ابن کعبؓ ہر رات (رمضان المبارک میں تراویح کی) بیس رکعات پڑھاتے تھے، کسی بھی صحابی نے اس عمل

کی کوئی مخالفت نہیں فرمائی، معلوم ہوا کہ یہ انتظام وجمعیت بیس رکعات کی تعیین کے ساتھ باجماعِ صحابہ ہوئی۔

(۵) مشہور شارح الحدیث علامہ ابوزکریا ابن شرف نووی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اعلم ان صلوة التراویح سنة باتفاق العلماء وھی عشرون رکعة. (کتاب الأذکار:۲۲۶)

خلاصہ یہ کہ نمازِ تراویح باتفاقِ علمائے اُمت سنت (مؤکدہ) ہے، اور (تراویح) بیس رکعات ہیں۔

(۶) علامہ ابوعمر وابن عبدالبر مالکی علیہ الرحمہ اس موقف اور اجماعِ اُمت کو بایں الفاظ نقل فرماتے ہیں:

وھو قول جمھور العلماء وبه قال الکوفیون والشافعی واکثر الفقھاء وھو الصحیح عن ابی بن کعب من غیر خلاف من الصحابة. (عمدة القاری شرح صحیح البخاری:۸/۲۴۶)

ماحصل یہی ہے کہ جمہورِ اُمت، حضراتِ احناف وشوافع اور اکثر فقہاءِ اسلام کا قول یہی ہے کہ تراویح کی بیس رکعات (ہی سنت مؤکدہ) ہیں، خیر القرون میں حضرت ابی بن کعبؓ (اور دیگر صحابہ وتابعین) سے بغیر کسی اختلاف وخلاف کے یہی موقف صحیح نقل ہوا ہے۔

(۷) خاتمۃ المحققین وسیع النظر عالم وفقیہ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

(وھی عشرون رکعة) وھو قول الجمھور وعلیه عمل الناس شرقا

وغربا. (ردالمحتار:۲/۵۹۹)

یعنی تراویح بیس رکعات ہیں، اور یہی قول جمہورِ اُمت کا ہے اور مشرق ومغرب میں تمام لوگوں کا عمل اسی پر ہے اور رہا ہے۔

(۸) فقیہ النفس، محدث الہند، ولی الہند وفقیہ الہند امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”خلاصہ یہ کہ بیس رکعات کا ثبوت اجماعِ صحابہ سے آخر عہدِ فاروقی میں ثابت شدہ ہے؛ لہٰذا یہی سنت ہے اور جو شخص اس کے سنت ہونے کا انکار کرے وہ غلطی پر ہے“۔(الحق الصریح:۱۴)

باقی اس موقف کو مزید مؤکد ومبرہن کرنے کے لیے اور بھی لاتعد ولاتحصی نقلی وعقلی دلائل ہیں، لیکن ایک منصف مزاج کے لیے یہ بہت کافی اور شافی ہے۔

تفصیل کے لیے مناظر اسلام، فخر احناف حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب زید مجدہ کی کتاب ”بیس رکعات تراویح“ کا مطالعہ وملاحظہ کیا جائے، مذکورہ دلائل وبراہین اسی سے مقتبس ہیں۔

الحمد للہ رب العالمین

تراویح میں ختم قرآن

تراویح میں قرآن کریم کم از کم ایک مرتبہ ختم کرنا سنت ہے۔

(الدر المختار مع الرد: ۲/ ۴۹۷)

اللہ تبارک وتعالیٰ پوری اُمت کی طرف سے سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے باجماعت تراویح اور قرأت قرآن کے اہتمام کا حکم دے کر قرآن کریم کی حفاظت کا ایک سبب مہیا فرمادیا۔

روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ رمضان المبارک کی پہلی شب میں مسجد نبوی سے گذرے، تو وہاں قرآن کریم پڑھنے کی آواز آپ کو سنائی دی، تو بے ساختہ ارشاد فرمایا:

نَوَّرَ اللّٰهُ قَبْرَ عُمَرَ كَمَا نَوَّرَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ بِالْقُرْآنِ. (غنیة الطالبین:۴۸۷)

یعنی اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو نور سے بھر دے، جیسا کہ انہوں نے اللہ کی مسجدوں کو قرآن کریم کی تلاوت سے منور کردیا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسی طرح کا جملہ سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اگر اس انداز پر تراویح میں قرآن کریم سننے سنانے کا رواج نہ ہوتا، تو کتنے ہی حفاظ حفظ کرنے کے باوجود اپنے حفظ کو محفوظ نہ رکھ پاتے، تراویح میں سنانے یا سننے کی فکر کی وجہ سے سال میں کم از کم ایک مرتبہ اکثر حفاظ کرام از سر نو یاد کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

اس لیے تراویح میں ختم قرآن کریم کا اہتمام کرنا چاہیے؛ لیکن ضروری ہے کہ

پڑھنے والے اور سننے والے قرآن کریم کے آداب کا ضرور لحاظ رکھیں، افسوس ہے کہ آج کل اس بارے میں سخت کوتاہی برتی جاتی ہے اور جلد از جلد ختم کرنے کے شوق میں شرعی ہدایات کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے، عام طور پر تین تین اور کہیں کہیں پانچ پانچ پارے تراویح میں پڑھنے کا رواج ہو چلا ہے، زیادہ سننا یا پڑھنا بُرا نہیں ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ اتنا تیز نہ پڑھا جائے کہ حروف کٹ جائیں یا غلطیاں رہ جائیں، ایسی جلد بازی قرآن کریم کے ساتھ سخت بے ادبی اور توہین ہے۔ بہتر ہے کہ روزانہ اتنی مقدار میں قرآن پاک سنا، یا سنایا جائے کہ ستائیسویں یا انتیسویں شب میں ایک ختم ہو جائے۔ (ردالمحتار: ۴۹۷/۲)

تا کہ اس بہانے اخیر مہینہ تک تراویح کی پابندی اور ذوق وشوق برقرار رہے، اور رمضان المبارک کا آخری عشرہ سستی اور کاہلی کی نذر نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین.

إن مع العسر يسرا

تراویح کے کچھ اہم اور کار آمد مسائل

تراویح کی شرعی حیثیت

رمضان المبارک میں عشاء کی نماز کے بعد تراویح کی بیس رکعات دس سلاموں سے پڑھنا مرد وعورت سب کے لیے سنتِ مؤکدہ ہے۔ (الدرالمختار: ۴۹۳/۲، طحطاوی علی المراقی قدیم ۴۱۱۔۴۱۲، بداية المجتهد: ۲۱۴/۱، قيام الليل للمروزي: ۱۵۹، سنن الترمذی: ۱۶۶/۱)

تراویح کا وقت

تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے صبح صادق تک ہے، بہتر ہے کہ وتر تراویح کے بعد پڑھے جائیں؛ لیکن اگر کسی وجہ سے وتر کے بعد بھی تراویح پڑھیں تو بھی شرعاً درست ہے۔ (الدرالمختار: ۴۹۳/۲۔۴۹۴)

تراویح کی جماعت

تراویح کی مسجد میں باجماعت ادائیگی سنتِ کفایہ ہے، اگر محلّہ کی مسجد میں تراویح کی جماعت نہ ہو تو سارے اہلِ محلّہ گنہگار رہوں گے۔

(الدرالمختار: ۴۹۵/۲، عالمگیری: ۱۱۶/۱)

تراویح کی نیت

نمازِ تراویح اور تمام سنن ونوافل اگرچہ مطلق نماز کی نیت سے درست ہو جاتی ہیں؛ لیکن بہتر اور احوط یہ ہے کہ تراویح کا باقاعدہ دل میں ارادہ کر کے نماز شروع کی جائے۔

(الدرالمختار: ۹۴/۲)

تراویح میں کتنی مرتبہ ختم قرآن کیا جائے؟

تراویح میں کم از کم ایک مرتبہ ختم قرآن سنت ہے، اس سے زائد مستحب ہے۔

(الدر المختار: ۲/ ٤۹۷، عالمگیری: ۱/ ۱۱۷)

ایک مسجد میں تراویح کی دو جماعتیں

ایک مسجد میں بیک وقت (مثلاً پہلی اور دوسری منزل میں الگ الگ جماعت کرنا) یا پے در پے (یعنی ایک جماعت ہونے کے بعد دوسری جماعت قائم کرنا) تراویح کی جماعت کرنا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ تاتارخانیة علی ھامش الھندیة: ۱/ ۲۳٤)

حافظہ عورت کا تراویح میں قرآن سنانا

اگر کوئی حافظہ عورت اپنا قرآن یاد رکھنے کی غرض سے صرف اپنے گھر کی عورتوں کو تراویح میں قرآن سنائے، تو یہ اگرچہ مکروہ ہے؛ لیکن فی الجملہ اس کی گنجائش ہے (بشرطیکہ اور کوئی فتنہ مثلاً دیگر گھروں یا محلوں کی خواتین کا اجتماع وغیرہ نہ ہو) ایسی صورت میں وہ صف کے درمیان میں کھڑی ہو کر امامت کرے گی، چنانچہ روایت میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رمضان المبارک کے مہینہ میں صف کے درمیان کھڑے ہو کر عورتوں کی امامت فرمایا کرتی تھیں۔

(کتاب الآثار للامام محمد: ۱/ ۲۰۳ـ۲۰٦، رمضان کے شرعی احکام: ۲۷٤)

اور ابن ابی شیبہ کے مصنف میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ایسا ہی کرتی تھیں۔ (المصنف لابن ابی شیبة: ۳/ ۵٦۹، رقم: ٤۹۸۹)

مرد امام کا عورتوں کو تراویح پڑھانا

اگر مرد تراویح کی امامت کرے، اور اس کے پیچھے کچھ مرد ہوں اور بقیہ پردہ میں عورتیں ہوں، اور یہ امام عورتوں کی امامت کی نیت کرے تو یہ نماز شرعاً درست ہے اس میں کوئی قباحت نہیں، اور اگر امام تنہا ہو بقیہ سب عورتیں ہوں نیتِ امامت کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ مقتدی عورتوں میں اس امام کی کوئی محرم رشتہ دار یا بیوی بھی شامل ہو، ورنہ تنہا تمام اجنبیات کی امامت کرنا مکروہ ہوگا۔ (ردالمحتار: ۲/ ۳۰۷)

تراویح میں ایک سلام سے تین رکعتوں کا حکم

اگر تین رکعتیں پڑھیں، مگر دوسری رکعت پر قعدہ کر لیا، تو دو صحیح ہو گئیں اور تیسری باطل ہو گئی، تیسری رکعت میں جو حصۂ قرآن پڑھا ہے اسے دہرائیں اور اگر ایک سلام سے تین رکعتیں پڑھیں اور دوسری رکعت پر قعدہ نہیں کیا، تو تینوں رکعتیں باطل ہو گئیں، ان میں پڑھا گیا قرآن دہرایا جائے گا۔ (ردالمحتار: ۲/ ٤۸۳، امداد الفتاویٰ حاشیة: ٤۹۷ـ ٤۹۸، محشی حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری زید مجدہٗ)

تراویح میں ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھنا

اگر ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھیں اور دوسری رکعت پر قعدہ کیا تو چاروں صحیح ہو گئیں۔ اور اگر ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھیں اور قعدۂ اولیٰ نہیں کیا اور اخیر میں سجدۂ سہو کر لیا تو صرف اخیر کی دو رکعتیں معتبر ہوں گی، اور پہلی دو رکعتیں باطل ہو جائیں گی؛ لہٰذا ان دو رکعتوں میں جو قرآن پڑھا ہے اسے دہرایا جائے گا۔

(حلبی کبیر: ٤۰۸، امداد الفتاویٰ حاشیة: ٤۹۷ـ٤۹۸، ردالمحتار: ۲/ ٤۸۳)

تراویح میں ہر چار رکعت پر کچھ دیر بیٹھنا

تراویح کی بیس رکعات دس سلاموں سے پڑھی جائیں گی اور ان میں ہر ترویحہ (چار رکعت) اور وتر کے درمیان کچھ دیر توقف کرنا پسندیدہ ہے۔ (ردالمحتار:۲/۴۹۶)

ترویحہ میں کیا پڑھیں؟

ترویحہ کے لیے کوئی خاص عبادت متعین نہیں ہے؛ بلکہ اختیار ہے خواہ ذکر واذکار کریں، تلاوت کریں یا تنہا تنہا نفل پڑھیں۔ اور بعض فقہاء سے تین مرتبہ یہ دعاء پڑھنا بھی منقول ہے؛ لہٰذا جس کا جی چاہے اسے بھی پڑھ سکتا ہے: سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ، سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَایَنَامُ وَلَایَمُوْتُ، سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِکَةِ وَالرُّوْحِ، لَااِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ نَسْأَلُکَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُبِهٖ مِنَ النَّارِ. (ردالمحتار:۲/۴۹۷)

تراویح کی بعض رکعات جماعت سے چھوٹ گئیں

اگر کسی شخص کی تراویح کی بعض رکعات جماعت سے چھوٹ جائیں تو وہ ترویحہ کے وقفہ میں رکعات پوری کرلے، اگر پھر بھی رہ جائیں اور امام وتر پڑھانے کے لیے کھڑا ہوجائے تو امام کے ساتھ اولاً وتر ادا کرے اس کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پڑھے۔

(الدرالمختار:۲/۴۹۴)

اگر مسجد میں عشاء کی جماعت نہ ہو تو تراویح باجماعت نہ پڑھیں

جس مسجد میں عشاء کی نماز باجماعت نہ پڑھی گئی ہو؛ بلکہ سب نمازیوں نے

تنہا تنہا نماز ادا کی ہو، تو اب اگر وہ باجماعت تراویح پڑھنا چاہیں تو یہ ان کے لیے بہتر نہیں ہے۔ (الدرالمختار:۲/۴۹۹)

تنہا عشاء پڑھنے والے شخص کا تراویح اور وتر باجماعت پڑھنا

جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت سے نہ پڑھی ہو وہ اپنی فرض نماز تنہا پڑھ کر تراویح اور وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے، اس میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں ہے۔

(ردالمحتار:۲/۴۹۹)

رمضان میں وتر باجماعت افضل ہے

رمضان المبارک میں تراویح کے ساتھ وتر کی نماز بھی باجماعت ادا کرنا افضل ہے۔ (الدرالمختار:۲/۵۰۱)

تراویح کی قضا نہیں ہے

اگر کسی شخص کی تراویح کی مکمل نماز کسی وجہ سے چھوٹ جائے اور اس کا وقت نکل جائے، تو اب اس کی قضاء کا حکم نہیں ہے، اگر پڑھے گا تو وہ محض نفل قرار پائے گی۔

(الدرالمختار:۲/۴۹۵)

ایک جگہ تراویح پڑھ کر دوسری جگہ تراویح میں شریک ہونا

اگر کوئی شخص ایک جگہ تراویح پڑھ چکا ہو، پھر دوسری جگہ جا کر نفل کی نیت سے تراویح کی جماعت میں شامل ہوجائے تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

(حلبی کبیر:۴۰۸)

تراویح میں مراہق کا لقمہ دینا

مراہق (قریب البلوغ) کا تراویح میں لقمہ دینا جائز ہے۔(کتاب المسائل: ۱/ ۵۲۵ ، مستفاد :محمود الفتاویٰ : ۴۸۹/۱ ،هندية: ۹۹/۱ ،تاتارخانية:۲۲۶/۲)

مراہق سامع کو پہلی صف میں امام کے پیچھے کھڑا کرنا

مراہق سامع کے علاوہ اگر کوئی سامع نہ ہو تو اس کو ضرورۃً پہلی صف میں کھڑا کرنا جائز ہے۔(مستفاد:محمود الفتاویٰ : ۴۸۹/۱ ،الدر المختار مع الرد:۳۱۴/۲)

تراویح میں نابالغ کی امامت

تراویح میں بھی نابالغ شخص کی امامت مفتی بہ قول کے مطابق جائز نہیں ہے۔

(حلبی کبیر:۴۰۸)

ڈاڑھی کٹانے والے فاسق کی امامتِ تراویح کا حکم

ڈاڑھی منڈوانا، کترانا حرام ہے، البتہ ایک مشت سے جو زائد ہو جائے اس کا کترانا درست ہے، چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں اس کی تصریح ہے۔

(امدادالفتاویٰ :۱۲۴/۴)

ڈاڑھی منڈانے یا کٹوانے والا شخص فاسق اور سخت گنہگار ہے اس کو (کسی بھی نماز میں) امام بنانا جائز نہیں؛ کیونکہ اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے۔

(امداد المفتيين : ۱/ ۲۶۱ ، بهشتي زيور:۵۷/۱۱)

تراویح میں دیکھ کر قرآنِ کریم پڑھنا

تراویح (یا کسی بھی نماز) میں قرآن کریم ہاتھ میں لے کر دیکھ کر پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی؛ اس لیے کہ یہ عمل کثیر ہے۔(ردالمحتار:۳۸۳/۲)

سجدۂ تلاوت کے بعد دوبارہ سورۂ فاتحہ پڑھنا

بعض مرتبہ تراویح کے دوران بے خیالی میں یہ صورت پیش آتی ہے کہ امام آیتِ سجدہ پڑھ کر جب سجدۂ تلاوت کر کے کھڑا ہوتا ہے تو سورۂ فاتحہ پڑھ کر آگے قرأت شروع کرتا ہے، تو شرعاً اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔(ردالمحتار:۳۲/۲)

ختم قرآن کے موقع پر حافظ کو ہار پہنانا

اس وقت مسلم معاشرے میں اصلاحِ رسوم کی سخت ضرورت ہے۔ کچھ مساجد میں ختم قرآن کے موقع پر حافظ صاحب کی عزت افزائی کے لیے پھولوں کا ہار پہنایا جاتا ہے؛ حالاں کہ از روئے شرع یہ درست نہیں ہے؛ بلکہ غیروں کا طریقہ ہے، اور اس میں اسراف بھی ہے؛ اس لیے اِس سے بچنا ضروری ہے۔(فتاویٰ رحیمیه :۴۲۵/۴)

تراویح میں نابالغ حافظِ قرآن کا امامت کرنا

نابالغ حافظِ قرآن کی اقتدا میں نمازِ تراویح پڑھنا درست نہیں ہے، تراویح میں نابالغ کی امامت اور اقتدا کا مسئلہ اگرچہ اختلافی ہے کہ بعض مشائخ نے اس کی اجازت دی ہے اور بعض نے اس کو نادرست قرار دیا ہے؛ لیکن صحیح اور مختار قول یہی ہے کہ ''نابالغ کی اقتدا، کسی نماز میں بھی درست نہیں''۔

صاحبِ ''ہدایہ'' فرماتے ہیں:

وفي التراويح والسنن المطلقة جوزه مشايخ بلخ، ولم يجوزه مشايخنا، والمختار أنه لايجوز في الصلوات كلها. (هدايه:۳۶۹/۱)

ترجمہ:اورتراویح وسنتِ مؤکدہ میں ''بلخ'' کے مشائخ نے (نابالغ کی اقتدا) کو جائز قرار دیا ہے اور ہمارے مشائخ نے اس کی اجازت نہیں دی ہے اور مختار قول یہ ہے کہ (نابالغ کی اقتدا) تمام نمازوں میں نادرست ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ اگرچہ اختلافی ہے؛ مگر صحیح اور مختار قول یہی ہے کہ کسی بھی نماز میں نابالغ کی اقتدا درست نہیں، الدر المختار میں بھی اسی کو صحیح؛ بلکہ اصح قرار دیا ہے۔

(الدرالمختار مع الرد:۲/۳۲۱،المصنف لعبدالرزاق:۲/۳۹۸،حلبي كبير:۵۱۶،حاشية الطحطاوی علی المراقي:۲۸۸،الفتاوی الهندية:۱/۸۵،خلاصة الفتاوی: ۱/۱۴۷، الفتاوی التاتارخانية:۲/۳۳۵)

مفتیٔ اعظم ہندوپاک حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی علیہ الرحمہ نے بھی اسی پرفتویٰ دیا ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

''فتویٰ اس پر ہے کہ نابالغ کے پیچھے تراویح بھی جائز نہیں، اگر کوئی بالغ حافظ نہ ملے، تو اَلَمْ تَرَ کَیْفَ........وغیرہ سے مختلف سورتیں پڑھ کر تراویح پڑھ لی جائے''۔

(امداد المفتین:۳۶۳)

اس سے معلوم ہوا کہ آج کل جو رواج پڑ گیا کہ نابالغ بچوں سے قرآن سننے کے شوق میں، ان کو امام بنا کر ان کی تراویح میں اقتدا کرتے ہیں، یہ غلط ہے؛ اگر بچوں کو عادت ڈالنے یا ان کی ہمت افزائی کے لیے امام بنانا ہو، تو ان کے پیچھے نابالغ بچوں کو ہی پڑھائیں، اس سے ان کو عادت بھی پڑ جائے گی، ہمت بھی ہو جائے گی اور بڑے لوگ بھی ان کا

قرآن سن سکیں گے۔(رمضان اور جدید مسائل:۲۱۸-۲۲۰)

ٹیپ ریکارڈ(Tape recorder)کے ذریعے تراویح

بعض لوگوں کے متعلق سنا گیا ہے کہ وہ کسی اچھے قاری کی نمازِ تراویح کی آواز ٹیپ ریکارڈ کے ذریعے کیسٹ(Cassette) میں بھر کر، پھر اسی آواز کی اقتدا میں نمازِ تراویح ادا کرتے ہیں؛ مگر معلوم ہونا چاہیے کہ یہ سراسر غلط اور فضول حرکت ہے اور اس سے نماز ادا نہیں ہوتی؛ کیونکہ یہ ایک غیر جاندار آلہ ہے، جو اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ اس کی اقتدا کی جائے، غور کیجیے کہ جب نابالغ حافظِ قرآن بچے کی اقتدا صحیح نہیں، تو غیر جاندار آلے کی اقتدا کیسے صحیح ہو سکتی ہے !!؟

پھر علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص نماز میں نہ ہو، اس کے امتثال سے یعنی اس کے حکم پر نقل وحرکت سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ غیر جاندار آلہ، نماز سے خارج ہے، اس کے مطابق نقل وحرکت کرنا دراصل ایسی چیز کی اقتدا ہے، جو خارجِ نماز ہے اور اس سے اقتدا اگر بالفرض صحیح ہو بھی گئی، تو اس کے امتثال پر نماز فاسد ہو گی؛ اس لیے یہ محض جہالت ہے کہ ایک آلہ کو رکھ کر اس کے پیچھے نماز ادا کی جائے۔

(رمضان اور جدید مسائل:۲۲۲)

ٹی۔وی(T.V)سے تراویح کی نماز

یہی حکم ٹی۔وی کا بھی ہے کہ یہ ایک غیر جاندار آلہ ہے، اس کی اقتدا بھی درست نہیں ہو سکتی؛ لہٰذا اگر کسی جگہ کی نمازِ تراویح ٹی۔وی کے پردے پر دکھائی جائے اور کوئی اس کو دیکھ کر اس کی اقتدا کرے، تو یہ درست نہیں ہے۔

اگر کوئی یوں کہے کہ ہم اقتدا تو مثلاً کعبۃ اللہ کے امام کی کر رہے ہیں ، یہ محض واسطہ ہے ،جیسے لوڈ اسپیکر (Loudspeaker) کا واسطہ ہوتا ہے ؟ تو یہ بھی صحیح نہیں ؛ کیونکہ حسبِ تصریحِ فقہاء ،امام ومقتدی کا ایک ہی مکان (جگہ) میں ہونا اقتدا کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے،ورنہ اقتدا صحیح نہ ہوگی۔

چنانچہ فقہ حنفی کی مستند کتاب ''نور الایضاح''میں ہے:

وأن لایفصل بین الامام والمأموم صف من النساء ،وأن لایفصل نهر یمر فیه الزورق ولاطریق تمر فیه العجلة.

(نورالایضاح مع المراقی:۱۰۸-۱۰۹)

ترجمہ:اقتدا کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کی صف فصل نہ کرے اور یہ کہ کوئی ایسی نہر بھی فصل نہ کرے،جس میں چھوٹی کشتی چل سکے یا ایسا راستہ بھی نہ ہو،جس میں گاڑی چل سکے۔

اور''الدرالمختار''میں ہے:

قال: صلوة المؤتم بالامام بشرط عشرة ....واتحاد مکانهما وصلاتهما.(الدرالمختار مع الرد:۲/۲۸۴-۲۸۵)

اس سے معلوم ہوا کہ امام ومقتدی کے درمیان اگر ایک گاڑی کا یا ایک نہر کا راستہ بھی حائل ہوگا،تو اقتدا صحیح نہ ہوگی ،اب ٹی ۔وی دیکھنے والے اور ٹی ۔وی وموبائل پر نشر ہونے والی نماز کے امام پر غور کرو کہ ان دونوں میں کتنے راستے،کتنی نہریں حائل ہیں،پھر یہ اقتدا کیسے صحیح ودرست ہوگی؟

البتہ اگر امام ومقتدی کا مکان (جگہ) ایک ہو،درمیان میں کوئی ایسی چیز حائل نہ ہو اور امام کی اقتدا کی نیت سے نماز پڑھ لی جائے اور ٹی ۔وی کو محض واسطہ خیال کرے، تو نماز صحیح ہوجائے گی ،جیسے سنا گیا کہ کعبۃ اللہ میں امام کی نقل وحرکت کے مشاہدہ کرنے کے لیے ایسا انتظام کیا گیا ہے ،تو یہ درست ہے ؛مگر چوں کہ نماز میں نمازی کے سامنے دائیں بائیں ،پیچھے یا اوپر تصاویر کا ہونا مکروہ ہے؛اس لیے اس سے اگر چہ نماز صحیح ہوجائے گی ؛مگر مکروہ ہوگی۔

''نورُالایضاح'' میں ہے:

وأن یکون فوق رأسه أو خلفه أو بین یدیه أو بحذائه صورة.(نورالایضاح مع المراقی:۱۳۲)

ترجمہ:(مکروہ ہے) کہ نمازی کے سر کے اوپر یا اس کے پیچھے یا اس کے سامنے یا اس کے بازو کوئی تصویر ہو۔

اس لیے اس صورت سے بھی احتراز کرنا چاہیے ؛تاکہ نماز مکروہ وناقص نہ ہو جائے۔(رمضان اور جدید مسائل :۲۲۲)

گھروں میں باجماعت تراویح پڑھنا

نمازِ تراویح کے بارے میں علماء وائمہ کا اختلاف ہے کہ وہ مسجد میں افضل ہے یا گھر میں؟

جمہور علماء کا یہ مذہب ہے کہ نمازِ تراویح مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔(فتح الباری شرح صحیح البخاری:۵/۴۴۷)

اس لیے بہتر یہی ہے کہ تراویح کی نماز مسجد میں ادا کی جائے ؛لیکن اگر کوئی گھر میں پڑھ لے،تو گناہ نہیں ؛البتہ جمہور کے مذہب پر مسجد کی جماعت کی فضیلت اس کو حاصل نہ ہوگی۔(ردالمحتار:۲/۴۹۵)

اور جن علماء کے نزدیک گھر میں تراویح پڑھنا افضل ہے،ان کے مذہب پر یہی افضل ہوگا؛مگر جمہور کے مذہب کے خلاف کرنا اچھا نہیں ؛البتہ اگر کسی مصلحتِ دینیہ کے پیشِ نظر گھر میں جماعت بنا کر تراویح پڑھی جائے،تو اس میں کوئی برائی نہیں ہے؛مثلاً بچوں اور بیوی و دیگر گھر کی عورتوں کو تراویح کی عادت ڈالنے یا ان کی سہولت کی خاطر ایسا کر لے،تو مضائقہ نہیں ؛کیونکہ بہت سے حضراتِ سلفِ صالحین سے منقول ہے کہ وہ گھر پر ہی تراویح پڑھتے تھے،مثلاً حضرت عروہ،حضرت قاسم،حضرت سالم،حضرت نافع وغیرہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں حضرت امام ابوجعفر طحاوی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ وہ مسجد سے (عشاء کی فرض نماز کے بعد) لوٹ جاتے تھے اور لوگوں کے ساتھ مسجد میں نمازِ تراویح نہیں پڑھتے تھے۔(شرح معانی الآثار:۱/۳۵۰-۳۵۱)

اس لیے اگر دینی مصلحت کے پیشِ نظر گھر میں جماعت بنالی جائے،تو کوئی حرج نہیں ہے؛لیکن سستی کی وجہ سے ایسا نہ کرنا چاہیے،تاکہ جمہور کی مخالفت لازم نہ آئے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ تراویح گھر میں پڑھنا ہو،تو بھی عشاء کی نماز جماعت سے مسجد میں پڑھنا چاہیے۔

ختم قرآن کے موقع پر مٹھائی کی تقسیم اور مساجد کی بے قدری

مساجد،اللہ کا گھر ہیں،یہ اسلام کی عبادت گاہیں ہیں،ان کی تعظیم اور ان کا احترام

ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے اور ہر وہ عمل جس سے ان عبادت گاہوں کا تقدس پامال ہو اور ان کی بے حرمتی ہو،اس سے احتراز ہمارا ایمانی فریضہ ہے۔

تراویح میں ختم قرآن کے موقع پر مٹھائی بانٹنا نہ فرض ہے نہ واجب،نہ مسنون ومستحب،محض ایک عادت وروایت کے طور پر رسم چلی آرہی ہے،اس کی وجہ سے مساجد میں گندگی تو ظاہر ہے،ساتھ ہی اس دن مسجدوں میں بڑا شور وشغب ہوتا ہے۔مٹھائی حاصل کرنے کے لیے بچوں سے مسجدیں بھر جاتی ہیں (اس طرزِ عمل سے بچوں میں لالچ اور حرص کی بری خصلت پیدا ہونے کے یقینی خطرات ہیں) یہ بچے پوری نمازِ تراویح کے دوران کھیل کود میں لگے رہتے ہیں۔تقسیم کے وقت بعض جگہوں پر چھینا جھپٹی اور کھینچ تان بھی ہوتی ہے بعض جگہوں پر نمازِ وتر کو مٹھائی تقسیم ہونے تک مؤخر کر دیا جاتا ہے،بعض جگہ ہر نمازی کے سامنے مٹھائی رکھ دی جاتی ہے،بعض لوگ جو اس مٹھائی کو ''شیرینی'' کا نام دیتے ہیں،وہ اسے بہت ہی متبرک اور مقدس شئ خیال کرتے ہیں،عہدِ نبوی سے لے کر آج تک مسجدِ نبوی میں تراویح کی نماز ہوتی چلی آرہی ہے،اس طرح کی تقسیم شیرینی ثابت نہیں۔

ان سب کے باوجود اگر تقسیم پر اصرار ہی ہے،تو خدارا اس عمل کی شرعی حیثیت کا اعلان ضروری ہے۔عوام کو بتایا جائے کہ ہمارا یہ عمل از روئے شرع فرض ہے یا واجب، سنت ہے یا مستحب؟صحیح مسئلہ اور صحیح عقیدہ کی وضاحت علماء کی ذمہ داریوں کا اٹوٹ حصہ ہے۔

بعض مساجد میں بریانی کے ڈبے تقسیم کیے جانے کے واقعات بھی سننے اور دیکھنے کو مل رہے ہیں،مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تقسیم مٹھائی کے تعلق سے کچھ ضروری وضاحت

درج کی جائے۔

ختم قرآن کریم کے موقع پر مٹھائی تقسیم کرنے کی شرعی حیثیت

اتنی بات تو طے ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ صحابہ وتابعین اور سلفِ صالحین سے تراویح میں ختم قرآن کے موقع پر مٹھائی اور شیرینی تقسیم کرنا ثابت نہیں ہے۔ جب ثابت نہیں ہے تو تقسیمِ مٹھائی، تراویح اور عبادت کا حصہ نہیں، لیکن بعض مساجد میں اس کا التزام اِس حد تک ہے کہ کچھ لوگ اسے دین کا حصہ سمجھتے ہیں، صبح ہی سے اس کی تیاری چل رہی ہوتی ہے، اور اس کے لیے باضابطہ میٹنگ ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ یادرکھنا چاہیے کہ جو چیزیں دین کا حصہ نہیں ہیں، انہیں دین سمجھ کر انجام دینا یا غیر دینی امور کو لازم سمجھنا یا غیر دینی امور میں ایسا طرزِ عمل اختیار کرنا کہ لوگ اسے دین سمجھنے لگیں: اِن سب پر ''بدعت'' کی تعریف صادق آتی ہے۔ بدعت کو بدعت سمجھنا، بدعت سے دوری اختیار کرنا، بدعت سے لوگوں کو باخبر کرنا اور انہیں اس سے بچانا کس قدر ضروری ہے، اس سے ہر پڑھا لکھا شخص باخبر ہے۔ (سنت اور بدعت: دو متضاد راستے ہیں، دونوں کے درمیان فاصلہ بنائے رکھنا اہل السنۃ والجماعۃ کا شعار اور شناخت ہے) یاد رکھیں دین کے نام پر نئی ایجاد قابلِ عمل نہیں؛ بلکہ قابلِ رد ہوتی ہے اور ہر ضلالت وبدعت کا انجام دوزخ ہی ہے، اور اگر تقسیم مٹھائی کا یہ عمل کسی عالم دین کی نگرانی میں انجام پائے، تو تصور فرمائیں دین کا کیا ہوگا؟

سرکارِ دوعالم ﷺ اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا باہم قرآن سننا اور سنانا حدیث کی کتابوں میں وضاحت کے ساتھ منقول ہے، وفات کے سال حضور ﷺ نے دو مرتبہ قرآن کا دَور فرمایا تھا؛ لیکن اس طرح کا عملِ تقسیمِ شیرینی ثابت نہیں ہے، اور نہ ہی حضور

اقدس ﷺ نے اس کا حکم فرمایا؛ حالاں کہ تکمیل ختم قرآن کی خوشی کا ایسا موقع اور ایسا روح پرور منظر دنیا نے کیوں کر دیکھا ہوگا: سنانے والے صاحبِ قرآن اور سننے والے امین الملائکہ، مرادِ نبی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک رمضان میں تین مرتبہ ختم قرآن کی سعادت حاصل کی جاتی تھی، ایک مرتبہ بھی مٹھائی تقسیم کرنا ضروری نہیں سمجھا گیا؛ لہٰذا اِس تعلق سے شریعت کی روح سمجھنا ضروری ہے۔

جن فقہاء نے مٹھائی تقسیم کرنے کی اجازت دی ہے، انہوں نے مشروط اجازت دی ہے، مثلاً قرآن پڑھنے والا تکمیل کی خوشی میں اظہارِ تشکر کے طور پر لوگوں میں مٹھائی تقسیم کرے، یا پھر کوئی ایک دو شخص اپنی خوشی سے بغیر اعلان وتشہیر کے لوگوں میں تقسیم کریں۔ یہ عملِ تقسیم مسجد کے دروازے پر ہو یا مسجد کے باہر ہو، اِس تقسیم کو ہر سال لازم نہ سمجھا جائے۔ اس کی وجہ سے مسجد کا تقدس پامال نہ ہوتا ہو وغیرہ۔ اگر ہم اپنے عملِ تقسیم کا جائزہ لیں، تو اس میں کوئی بھی شرط نہیں پائی جاتی، پھر آخر ان سب قباحتوں اور خرابیوں کے ساتھ اِس عمل کے جواز کی کیا سند ہوگی؟ کیا صرف یہ سند کافی ہے کہ قدیم زمانہ سے یہی ہوتا چلا آرہا ہے؟ کیا کسی غلط اِقدام کا دوام اور قدامت، سندِ جواز فراہم کرتا ہے؟ ان سب سوالات کے جوابات علمائے دین (وارثین انبیاء) کے ذمہ ہیں اور ان پر عمل کرنا عوام کے حوالے ہے۔

فقیہ الزمان حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

مٹھائی تقسیم کرنا ضروری نہیں ہے لوگوں نے اُسے ضروری سمجھ لیا ہے اور بڑی پابندی کے ساتھ عمل کیا جاتا ہے، لوگوں کو چندہ دینے پر مجبور کیا جاتا ہے، مسجدوں میں بچوں کے اجتماع اور شور وشغل وغیرہ خرابیوں کے پیش نظر اس دستور کو موقوف کر دینا ہی بہتر ہے

۔امام تراویح یا اور کوئی ختم قرآن کی خوشی میں کبھی کبھی شیرینی تقسیم کرے اور مسجد کی حرمت کا لحاظ رکھا جائے ،تو درست ہے ،مسجد کا فرش خراب نہ ہو،خشک چیز ہو اور مسجد کی بے حرمتی لازم نہ آئے تو درست ہے ،بہتر یہ ہے کہ دروازے پر تقسیم کیا جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ:۴/۳۸۹)

مٹھائی کے لیے چندہ کا شرعی حکم

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

لَایَحِلُّ مَالُ اِمْرَأٍ مُّسْلِمٍ اِلَّابِطِیْبِ نَفْسِہٖ. (مشکوۃ المصابیح:۱/۲۵۵)

''کسی کا مال اس کی خوش دلی کے بغیر لینا حلال نہیں ہے''۔

ختم قرآن کے دن مٹھائی کے لیے چندہ کی مختلف نوعیتیں ہیں: کہیں مسجد کی کمیٹی کے افراد گھر گھر اور دکان دکان جا کر چندہ کرتے ہیں، کسی مقام پر مسجد کے اندر چندہ کیا جاتا ہے، کسی جگہ مسجد کے فنڈ سے یہ کام کیا جاتا ہے ،بعض دفعہ کسی صاحب ثروت کو اس (کارِ خیر؟) کے لیے آمادہ کرلیا جاتا ہے، ظاہری بات ہے جب اس موقع پر مٹھائی تقسیم کرنا کوئی شرعی فریضہ ہے ہی نہیں تو اس کے لیے چندہ کرنا بھی شرعی حکم نہیں ہوسکتا۔ مان لیجیے اگر اُس چندہ میں ایک روپیہ بھی ایسا شامل ہوگیا جو رضا مندی اور خوشی سے نہیں؛ بلکہ دباؤ میں دیا گیا ہو تو اس سے خریدی گئی مٹھائی میں ''شبہ'' بہر حال پیدا ہوجائے گا۔ مسجد کی انتظامیہ کہتی ہے کہ سب لوگ خوشی سے دیتے ہیں، ان کا یہ دعویٰ اس معنی کر قابلِ قبول نہیں ہوسکتا کہ مشاہدہ اس کے خلاف ہے۔ نیز دل کا حال: خوشی اور زبردستی مخفی اُمور ہیں، اِس لیے کسی ایک پہلو کو متعین کرنا بہت مشکل ہے؛ لہٰذا اِس عمل سے پرہیز کرنے میں ہی عافیت

ہے۔(نمازِ تراویح کی اہمیت اور چند قابلِ اصلاح پہلو:۵۶-۵۷)

تراویح کی کچھ خاص حکمتیں اور مصلحتیں

تراویح رمضان ہی میں کیوں مقرر ہوئیں

حکیم الامت حضرت والا تھانوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اس مہینہ میں قرآن کریم کا ختم کرنا اس وجہ سے مسنون ہے کہ قرآن کریم کا نزول اسی مہینہ میں ہوا ہے، پس جو شخص اس مہینہ میں قرآن شریف ختم کرتا ہے وہ تمام برکات کا وارث ہوجاتا ہے؛ کیونکہ رمضان کا مہینہ تمام اسلامی خیر و برکات کا جامع ہے، ہر قسم کی دینی برکت اور خیر جو تمام سال میں کسی کو ملتی ہے وہ اس عظیم الشان مہینہ کی برکت سے آتی ہے، اس مہینہ کی جمعیت (دل جمعی و یکسوئی) پورے سال کی جمعیت کا ذریعہ ہوتی ہے اور اس مہینہ کی پراگندگی (وبدحالی) پورے سال کی پراگندگی کا سبب ہوتی ہے؛ کیونکہ تمام قسم کی خیرات اور بھلائیوں کا سرچشمہ یعنی قرآن کریم کا نزول اسی مہینہ میں ہوا ہے۔

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْآنُ، یعنی رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن کریم اُتارا گیا۔(المصالح العقلیۃ:۱۴۶)

تراویح کے رات میں مقرر ہونے کی وجہ

(۱) چونکہ رمضان کا مہینہ برکات وانوار کے نزول کا مہینہ ہے؛ لہٰذا اس مہینہ کی راتوں میں بھی ایک خاص عبادت مقرر ہوئی ہے، (جس کو تراویح کہتے ہیں) کیونکہ اکثر برکات اور انوارِ الٰہی کا نزول رات ہی کو ہوتا ہے۔

(۲) رمضان المبارک کی راتوں میں تراویح اس لیے مقرر ہوئی ہے، تاکہ طبعی خواہشوں کی مخالفت پورے طور پر ثابت ہو، کیونکہ دن بھر کے روزہ اور محنت ومشقت کے بعد طبیعت آرام چاہتی ہے؛ لہٰذا اس میں ایسی عبادت مقرر ہوئی جس سے عادت وعبادت میں امتیاز ہو (اور محنت ومجاہدہ اور نفس کے خلاف کام کرنے کی عادت ہو)۔

(المصالح العقلية:١٤٥-١٥١)

تراویح میں مجاہدہ

مجاہدہ کے چار ارکان ہیں: (۱) تقلیل طعام (یعنی کم کھانا)۔ (۲) تقلیل منام (یعنی کم سونا)۔ (۳) تقلیل کلام (یعنی کم بولنا)۔ (۴) تقلیل اختلاط مع الانام (یعنی لوگوں سے کم ملنا)۔

شریعت نے تقلیل طعام (یعنی کم کھانے کے مجاہدہ) کو روزہ کی صورت میں مقرر فرمایا ہے، اس کے علاوہ اہل مجاہدہ (اور جوگیوں وغیرہ) نے تقلیل طعام کی جو صورتیں اختیار کر رکھی ہیں، شریعت میں اس کی اصل نہیں۔

مجاہدہ کا دوسرا رکن تقلیل منام (یعنی کم سونا) ہے، رمضان المبارک اس کا بھی جامع ہے اس میں ایک ایسی عبادت مشروع ہے جو تقلیل منام (یعنی کم سونے) کو مستلزم ہے، اور وہ تراویح ہے، جس کا نام ہے قیام رمضان۔

حدیث شریف میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ لَكُمْ صِيَامَهٗ وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهٗ. (مؤطاامام مالك)

اللہ تعالیٰ نے تم پر اس ماہ کے روزے کو فرض کیا ہے اور اس کے قیام کو میں نے

مسنون کیا ہے۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حدیث شریف میں قیامہ سے مراد تراویح ہے۔

(تقليل المنام بصورة القيام: ٤١-٥٣)

تراویح ایک مجاہدہ ہے جس سے تکبر کا علاج ہوتا ہے

تمام گناہوں اور برائیوں کی جڑ دو چیزیں ہیں، اول لذت، جس کو شہوت بھی کہہ سکتے ہیں، دوسرے تکبر، جس کو غضب بھی کہہ سکتے ہیں، یہ دونوں تمام مفاسد کی جڑ ہیں، شریعت نے دونوں خصلتوں کی تعدیل کی ہے؛ چنانچہ لذات کے ترک کے لیے تو روزہ مقرر فرمایا، اور دوسری چیز، جس سے تزکیہ کی ضرورت ہے وہ تکبر ہے، جس سے بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں اور دوسروں تک بھی اس کا اثر پہنچتا ہے۔

اس کی اصلاح کے واسطے حکماء (جوگی وغیرہ) ذلت کے اسباب اختیار کرتے تھے، اور اس کی مدد کے واسطے خلوت اختیار کرتے تھے اور ایسے ایسے طریقے ایجاد کیے تھے کہ جس سے لوگ ان کو ذلیل سمجھیں اور ان کو چھوڑ دیں، جوگیوں اور بعض صوفیوں نے بھی اس طریقہ سے اس مرض کا علاج کیا ہے؛ لیکن شریعت نے ہم کو اس کے خلاف یہ تعلیم دی ہے:

لَايَنْبَغِيْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يُّذِلَّ نَفْسَهٗ.

یعنی مؤمن کو مناسب نہیں کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے، یعنی مخلوق کے سامنے اپنے کو ذلیل کرنے سے منع کیا ہے، اور خالق (رب العالمین) کے سامنے ذلت اختیار کرنے کی تعلیم فرمائی ہے، اور اس کے واسطے شریعت نے ہم کو نماز کی تعلیم فرمائی ہے (تراویح بھی اسی

غرض کے لیے مشروع فرمائی)۔

نماز کا خاصہ ہے کہ اس سے انسان کو اپنا عاجز ہونا پیش نظر ہوجاتا ہے، اس لیے کہ اس میں حکم ہے کہ اشرف الاعضاء (یعنی سب سے رتبہ والے عضو یعنی سر) کو زمین کے ساتھ ملادو اور یہ قاعدہ ہے کہ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے، جب یہ شخص اپنے سر کو جو کہ اشرف الاعضاء ہے زمین پر رکھے گا تو ضرور اس کے اندر سے تکبر کم ہوگا اور تواضع ومسکنت پیدا ہوگی، نماز کے اندر عجیب خاصیت ہے اور اس کو بڑا دخل ہے حق تعالیٰ کی معرفت اور قرب کے حاصل ہونے میں اور جب حق تعالیٰ کی عظمت پیش نظر ہوگی تو اپنا ہیچ ہونا پیش نظر ہوجائے گا دوسرے کی طرف توجہ بھی نہ ہوگی۔

اور پھر ذلت کی ہیئت ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا؛ بلکہ اس کے اندر اپنے ساتھ ہم کلامی کی بھی اجازت دی ہے ورنہ اگر یہ حکم ہوتا کہ سر جھکا کر بس کھڑے رہو تو نرا مجاہدہ ہے اور اب مجاہدہ بھی ہے اور لذت بھی ہے (یعنی قرأت میں) اور پھر اول سے آخر تک ایک ہیئت نہیں بتائی؛ بلکہ اس کو مختلف افعال سے مرکب بنایا ہے، قیام ہے، رکوع ہے، سجدہ ہے، قومہ ہے، جلسہ ہے، قعدہ ہے، تاکہ نشاط رہے اگر سجدہ ہی ہوتا یا رکوع ہی ہوتا تو نفس اکتا جاتا۔

سبحان اللّٰہ! ہمارے مزاج کی کیسی رعایت فرمائی ہے، بخلاف حکماء کے مجاہدوں کے کہ وہ ایسے سخت سخت مجاہدے کرتے تھے کہ ہر شخص سے وہ نبھ نہیں سکتے تھے۔

(التهذيب ملحقه فضائل صوم وصلوة :٥٢٦-٥٢٧)

تراویح ایک آسان مجاہدہ ہے

جس طرح روزہ کو تقلیل طعام (کم کھانے) میں دخل ہے، اسی طرح تراویح کو

تقلیل منام (کم سونے) میں دخل ہے، اور جیسے روزہ میں عادت بدل جانے کی وجہ سے مجاہدہ کی شان آتی ہے، اسی طرح یہاں بھی شریعت نے محض عادت بدل کر مجاہدہ کا کام لیا ہے، کیونکہ عام طور پر عادت یہی ہے کہ اکثر لوگ عشاء کے بعد فوراً سو رہتے ہیں، تو نیند کے وقت میں تراویح کا حکم کرکے عادت کو بدل دیا جس سے نفس پر گرانی ہوتی ہے، یہی مجاہدہ ہے، پھر قاعدہ ہے کہ نیند کا وقت نکل جانے کے بعد پھر دیر میں نیند آتی ہے (اور پھر سحری میں اٹھنا بھی ہوتا ہے) اس طرح بھی تقلیل منام ہوجاتی ہے (یعنی کم سونے کا مجاہدہ ہوتا ہے)۔

اور اگر کوئی شخص روزانہ دس بجے ہی (دیر سے رات میں) سونے کا پہلے سے عادی ہو، اسے بھی تراویح سے مجاہدہ کا ثمرہ اس طرح حاصل ہوجاتا ہے کہ آزادی کے ساتھ جاگنا گراں نہیں ہوتا، مگر کسی خاص پابندی کے ساتھ (جاگنے سے) فوراً گرانی شروع ہوجاتی ہے، دیکھئے آپ اپنی خوشی سے ایک جگہ گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں؛ لیکن اگر آپ سے یہ کہا جائے کہ میاں گیارہ بجے تک تم یہیں بیٹھے رہنا، تو بس اسی وقت سے آپ بھاگنا چاہیں گے اور ایک ایک منٹ گراں گذرنے لگتا ہے، شریعت نے اس راز کو سمجھا اور محض ذرا سی پابندی لگا کر مجاہدہ کا کام لیا، شریعت اتنی سہل ہے، پھر بھی لوگ اس کو خونخوار کہتے ہیں، ان کو خدا کا خوف نہیں آتا، اور اگر بالفرض کسی کو شریعت کے احکام میں کچھ گرانی معلوم بھی ہو تو آخر تم کڑوی دوا نہیں پیتے؟ کریلے نہیں کھاتے؟ تمباکو نہیں کھاتے، جس سے شروع شروع میں چکر آتے ہیں، مگر عادت کے بعد اس کے بغیر چین نہیں آتا، تو یہی سمجھ کر تم ذرا اعمالِ شریعت کی عادت تو ڈالو پھر دیکھو کیسا لطف آتا ہے۔

جب تم دنیا کے کاموں میں تلخی اور گرانی جھیلنے سے بچے ہوئے نہیں ہو، تو دین کے کاموں میں اس سے کیوں بچنا چاہتے ہو، خصوصاً جب کہ تلخی لذیذ بھی ہو اور اگر تم کو اس تلخی میں مزہ نہیں آتا، تو صبر ہی کرلیا ہوتا، جیسے دنیا میں بعض قوانین سخت ہوتے ہیں اور ان پر صبر کیا جاتا ہے۔

الغرض شریعت نے رمضان میں صرف بیس رکعت تراویح مقرر کرکے تقلیل منام (کم سونے) کی معتدل صورت کردی، جس میں بہت زیادہ جاگنا نہیں پڑتا، اتنی دیر تک عام طور پر لوگ جاگتے رہتے ہیں، جتنی دیر تراویح میں لگتی ہے، مگر تقیید (یعنی خاص پابندی اور خاص طریقہ) کے ساتھ جاگنے سے مجاہدہ کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

(تقلیل المنام بصورۃ القیام: ۵۶-۵۷-۵۹)

تراویح ہمیشہ کیوں نہیں؟

اب ایک شبہ یہ ہوسکتا ہے کہ جب تراویح مجاہدہ ہے تو جیسے رمضان میں مشروع فرمایا اور دنوں میں بھی مقرر فرمادیتے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر رمضان کے علاوہ اور دنوں میں نماز نہ ہوتی، تو بے شک اس کو فرض ہونا چاہیے تھا؛ لیکن اور دنوں میں بھی فرض نمازیں مقرر ہیں، جو مجاہدہ کے لیے کافی ہیں، اس لیے رمضان ہی میں اس کو رکھا گیا اور سنتِ مؤکدہ بتایا گیا۔

الغرض ترک لذات کے لیے روزہ اور تکبر کے علاج کے لیے شریعت نے نماز مجاہدہ مقرر فرمائی۔ (التہذیب: ۵۲۷)

دوسروں کے مجاہدوں اور شریعت کے تجویز کردہ مجاہدوں کا فرق

تقلیل منام، یعنی کم سونے کے لیے دوسرے لوگوں نے مجاہدے کے جو طریقے

اختیار کیے تھے، ان میں وہ چھت میں رسّیاں باندھتے تھے کہ جب نیند آتی اس میں لٹک جاتے جس سے نیند اڑ جاتی، اپنی آنکھیں پھوڑتے تھے۔ اہل ریاضت مجاہدے کی جو صورتیں اختیار کرتے ہیں ان کو دیکھ کر پھر شرعی مجاہدہ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے سہلہا علاج کیا ہے کہ نہ آنکھیں پھوڑنے کی ضرورت ہے، نہ رسّیاں باندھنے کی ضرورت ہے نہ کالی مرچ چبانے کی ضرورت ہے؛ بلکہ بیس رکعت تراویح عشاء کے بعد پڑھ کر سو رہو تقلیل منام (کم سونے کا مجاہدہ) ہوگیا، پھر مزید آسانی یہ کہ تراویح جماعت سے ہوتی ہے الگ الگ جاگنا مشکل تھا جماعت کے ساتھ جاگنا اور بھی سہل ہوگیا، پھر بیچ میں نیند آنے لگے تو ہر چار رکعت پر تھوڑی دیر ٹھہرنا مستحب کیا گیا ہے، جس میں اگر کسی کو نیند آنے لگی ہو تو وہ ٹہل سکتا ہے، منھ پر پانی ڈال سکتا ہے، باتیں کرکے نیند ختم کرسکتا ہے اس طرح سے بیس رکعت کی مقدار جاگنا کچھ بھی دشوار نہیں۔

شریعت نے امراضِ باطنہ کے سارے علاج سہلہا اور بہت آسان کیے ہیں اور دعوے سے فرماتے ہیں کہ اَلدِّیْنُ یُسْرٌ یعنی دین آسان ہے۔

(تقلیل المنام بصورۃ القیام: ۶۲)

ضروری تنبیہ

اور اگر تم کو تراویح میں (یہ مجاہدے اور اس کے مصالح) سمجھ میں نہ آسکیں تو تم کو تحقیق کی کیا ضرورت ہے، بس خدا اور رسول کا حکم سمجھ کر عمل شروع کردو۔

بعض لوگوں کو اسرار جانے بغیر عمل کرنا زیادہ مفید ہوتا ہے اور اَسرار جاننے سے فائدہ کم ہوتا ہے۔

احکامِ شرعیہ کے اَسرار جاننے سے بعض کج فہموں کے دل میں احکام کی وقعت کم ہوجاتی ہے ،وہ سمجھتے ہیں کہ تراویح میں بس یہی حکمت مقصود ہے کہ پابندی سے جاگنا ہو،اس سے اول تو تراویح کی وقعت کم ہوجاتی ہے، پھر وہ الحاد میں پھنستا ہے کہ جب تقیید (یعنی پابندی) مقصود ہے تو ہم کسی دوسرے طریقہ سے پابندی کرلیں گے، حالانکہ اول تو حکمت کا اسی میں انحصار نہیں (اس کے علاوہ اور بھی) نہ معلوم کتنی حکمتیں ہوں گی، پھر یہ حکمت اس قید کے ساتھ مقصود ہے کہ اس خالص عمل (یعنی تراویح اور نماز کی شکل) کے ساتھ پائی جائے ،اس عمل کے بغیر یہ حکمت مطلوب نہیں ،پس دونوں کا مجموعہ مطلوب ہوا، پھر دوسرے طریقہ سے یہ مقصود کیوں کر حاصل ہوگا۔

(تحفۂ حفاظ مع احکام التراویح : ۱۷)

تراویح سنتِ مؤکدہ ہے اس کا بہت اہتمام کرنا چاہیے

تراویح چونکہ سنت ہے، اس لیے عملاً اس کا بہت اہتمام کرنا چاہیے، گو اعتقاد میں فرض کا اہتمام زیادہ ہے اور عملاً اس کا اہتمام اس لیے زیادہ ہے کہ اس میں حضور ﷺ کا اثر محسوس ہے اور یہ ایک طبعی فطری بات ہے ؛ چنانچہ ایک قرآن رکھا ہوا اور ایک حضور ﷺ کا قمیص (کرتہ) مبارک بھی رکھا ہو، تو دیکھ لو دل کدھر کھنچتا ہے، طبیعت کا جذب (اور میلان) کدھر زیادہ ہوتا ہے، گو عقیدہ میں قرآن حق تعالیٰ کا کلام ہے اس کی تعظیم واجب ہے، مگر عملاً تم اس کے ساتھ وہ برتاؤ کروگے جو قرآن کے ساتھ نہیں کرتے ، پھر بھی نہ یہ شرک ہے نہ ترکِ ادب ؛ کیونکہ فطرۃً انسان اس کے خلاف پر قادر نہیں ،البتہ حدودِ شرعیہ سے آگے بڑھنا معصیت اور بدعت ہے، تو جب ہم آپ ﷺ کے ملبوسات (یعنی آپ کے استعمال

کیے ہوئے لباس) سے اس قدر متاثر ہوتے ہیں تو آپ کی سنت کی کیوں نہ وقعت ہو۔(روح القیام :۸۹)

تراویح سنتِ مؤکدہ ہے،اس کے چھوڑنے سے گناہ ہوگا

تراویح کے مؤکد ہونے کا جو عنوان مشہور ہے وہ یہ ہے کہ مواظبت (یعنی پابندی) کی دو قسمیں ہیں ۔(۱) حقیقی (۲) حکمی ،مواظبتِ حقیقی تو یہ ہے کہ کسی فعل کو ہمیشہ پابندی سے کیا ہو، مثلاً ظہر کی سنتیں ہیں، فجر کی سنتیں ہیں، اور مواظبتِ حکمی یہ ہے کہ کوئی عمل ایسے طرز سے واقع ہوا ہے کہ وہ طرز بتلا رہا ہے کہ اس کا دوام (اور اس میں پابندی) مطلوب ہے، چنانچہ آپ ﷺ دو تین دن تشریف لائے اس کے بعد پھر تشریف نہیں لائے اور صحابہ سے فرمایا کہ مجھے تم سب کا آنا معلوم تھا، مگر میں اس لیے نہیں آیا کہ ایسا نہ ہو کہ تم پر یہ نماز فرض ہوجائے اور (فرض کی طرح اس کی ادائیگی) نہ ہوسکے تو تم (فرض چھوڑنے کے) گنہ گار ہو، اور اس کا مطلب یہ نہیں کہ چلو یہ تو ایک گنجائش کی بات معلوم ہوئی کہ فرض نہیں، اب کیوں مشقت اُٹھائیں ،جاگیں اور تھکیں ؛ بلکہ مطلب یہ ہے کہ گناہ تو ہوگا؛ مگر فرض چھوڑنے کے برابر نہ ہوگا ،شاید کوئی یہ کہنے لگے کہ خیر زیادہ گناہ تو نہیں ہے تھوڑا گناہ ہے اگر چھوڑ دیں گے تو کوئی بڑا گناہ نہ ہوگا، جو یہ کہے پہلے میری اس رائے کو قبول کرے، تب یہ سمجھا جائے گا کہ یہ تھوڑی سی چیز کی وقعت نہیں کرتا اور اسے مہمل سمجھتا ہے، تب میں بھی ایسے شخص کے لیے فتویٰ دے دوں گا کہ اسے چھوڑ دینا جائز ہے۔

وہ رائے یہ ہے کہ ایک چھوٹی سی چنگاری لے کر اپنے چھپر پر یا اپنے صندوق کے کپڑوں میں رکھ دے اور اگر کوئی اس کو ٹوکے تو وہ یہ کہہ دے کہ یہ تو چھوٹی سی چنگاری ہے،

بڑا انگارہ تو نہیں ہے اور اگر یہ چھوٹی سی چنگاری رکھنے سے بچے کہ چھوٹی بڑی سب یکساں ہیں تو اس سے کہا جائے گا کہ حضور والا یہاں بھی دونوں کا اثر یکساں ہے اور وہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی ناخوشی (یعنی تراویح گو فرض نہیں، سنتِ مؤکدہ ہے (لیکن) اس کے چھوڑنے سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوگا)۔(روح القیام:۷۹)

تراویح کے سنتِ مؤکدہ ہونے کی ایک اور دلیل

تراویح کا پڑھنا نہایت ضروری ہے؛ کیونکہ روایات سے اس کا مرغوب فیہ ہونا، مامور بہ ہونا، اور معمول بہ ہونا، مطلوب ومقصود ہونا سب ثابت ہے۔

یعنی احادیث سے ثابت ہے کہ تراویح کی نماز حضور ﷺ کو مرغوب تھی، آپ کا معمول بھی تھا اور اُمت کو آپ نے اس کا حکم بھی دیا اور تراویح ثابت ہے آپ کے عمل سے بھی، اس کے بعد صحابہ کی پابندی سے بھی اس لیے محققین نے اسے سنتِ مؤکدہ لکھا ہے، گو آپ سے یہ ثابت ہے کہ تین شب کے بعد آپ تراویح کے لیے تشریف نہیں لائے اور یہ فرمایا کہ مجھے اس کے تم پر فرض ہوجانے کا اندیشہ تھا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر فرض کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپ کا تشریف لانے کا ارادہ تھا اور پختہ ارادہ خود عمل کے قائم مقام ہوتا ہے پس جب آپ نے ارادہ فرمالیا تو اس سے بھی تراویح کا مؤکد ہونا ثابت ہوجائے گا، جیسا کہ فعل سے ثابت ہوتا ہے، اس کے سنت مؤکدہ ہونے کی ایک یہ تقریر ہے جو عنوان کے اعتبار سے نئی ہے۔(روح القیام:۷۸)

احقر اختصار کے پیش نظر اس رسالہ کو اسی بحث پر ختم کرنا چاہتا ہے، زندگی نے وفا کی تو پھر کبھی اس موضوع پر تفصیلی کلام کا ارادہ ہے۔ واللہ الموفق والمعین.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحفۂ زکوۃ

اسلام کے ایک اہم فریضہ ''زکوٰۃ'' کے
مختصر احکام ومسائل قرآن وسنت کی روشنی میں

مرتب
مولانا قاری محمد سلمان الخیر النعیمی قاسمی
استاذِ عربی دار العلوم وقف شاہ بہلول سہارنپور یوپی، الہند

زکوۃ، اسلام کا مہتم بالشان فریضہ

نماز کے بعد اسلام کا تیسرا اہم رکن زکوۃ ہے، قرآن کریم میں تقریباً بتیس (۳۲) مقامات پر زکوۃ کو نماز کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اور نبیٔ اکرم ﷺ کی بے شمار احادیث میں زکوۃ کی فضیلت، ترغیب اور افادیت کو اُجاگر کیا گیا ہے، اور زکوۃ ادا نہ کرنے والے کو سخت عذاب کی وعید بتلائی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی طرح زکوۃ کو بھی اسلام میں کتنی اہمیت حاصل ہے، ان دونوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ نماز بدنی عبادت ہے اور زکوۃ مالی عبادت۔ یہ خصوصیت صرف اور صرف مذہبِ اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے قوم کے غریب، مسکین اور فقراء کی خصوصی خیال داری کرتے ہوئے ہر صاحبِ نصاب مسلم مالدار کو حکم فرمایا کہ جب ان کے مال پر (مقررہ نصاب ہوجانے پر) ایک سال گزر جائے تو اس میں سے چالیسواں حصہ نکال کر راہِ خدا میں ان مستحقین، فقراء اور مساکین کو دیا جائے۔

دین اسلام میں زکوۃ ہر مالدار صاحبِ نصاب پر فرض ہے، زکوۃ کی معاشرتی حیثیت ایک مکمل اور جامع نظام کی ہے۔ اگر ہر صاحبِ نصاب پوری زکوۃ دینا شروع کردے، تو مسلمان معاشی طور پر خوشحال ہوسکتے ہیں اور اس قابل ہوسکتے ہیں کہ کسی غیر سے قرض وغیرہ کی بھیک نہ مانگیں اور زکوۃ ادا کرنے کی وجہ سے بحیثیتِ مجموعی مسلمان سود کی لعنت سے بھی بچ سکتے ہیں۔

درحقیقت زکوۃ مال اور مالداری کی پاکی کا سبب ہے، نیز جس مال کی زکوۃ دے دی جائے وہ مال محفوظ رہتے ہوئے بڑھتا ہے اور خیر و برکت کے ساتھ انسان کو سکونِ قلب

بھی حاصل ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا اَدَّیْتَ زَکٰوۃَ مَالِکَ فَقَدْ قَضَیْتَ مَاعَلَیْکَ. (جامع الترمذي:۳/۱۳۔۱۴، رقم:۶۱۸، السنن الکبری:۴/۸۴، البدر المنیر في تخریج الأحادیث والآثار الواقعة في الشرح الکبیر:۵/۴۸۰).

ترجمہ: اگر تم نے اپنے مال کی زکوۃ ادا کردی، تو جو تم پر واجب تھا وہ تم نے ادا کردیا۔

زکوۃ کی حکمت:

مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ”حجۃ اللہ البالغۃ“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ زکوۃ کا حکم شریعت میں اس لیے دیا گیا ہے کہ اس سے بخل کی کمینی عادت جاتی رہے، اور حاجت مندوں کی حاجت پوری ہوتی رہے، غرضیکہ زکوۃ ایک اہم عبادت اور شعارِ اسلام ہے، جس کے دینی اور دنیوی بے شمار فوائد ہیں، مثلاً یہ کہ اگر اُمت مسلمہ صحیح طور پر پوری زکوۃ نکالے اور وہ صحیح طور پر اور نظام کے تحت مستحق حضرات یعنی فقراء وغرباء وغیرہ میں صحیح ڈھنگ سے، پوری امانت و دیانت کے ساتھ تقسیم ہو، تو شاید ہی کوئی گھر ایسا بچے جس میں فقر و افلاس اور انتہائی فاقہ کشی و دست درازی کی نوبت آئے۔

(دبستان حدیث:۱۱۴، بحوالہ حجۃ اللّٰہ البالغۃ)

فریضۂ زکوٰۃ:

ہر مسلمان کو خصوصاً یہ حقیقت پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اسے جو کچھ بھی دولت وثروت ملی ہے، اس کا اصل مالک وہ خود نہیں؛ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی مالکِ حقیقی ہے اور اس نے

محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں اپنی ملکیت میں بطورِ نیابت تصرف کرنے کا حق دے رکھا ہے، جب اللہ ہی اس کا مالک ہے اور اسی کی قدرت کی بنا پر ہمیں یہ نعمت میسر آئی ہے ،تو اگر وہ اپنے بندوں کو یہ حکم کرتا کہ وہ اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں لٹا دیں تو ہمیں یہ شکایت یا اعتراض کا کوئی موقع نہ تھا؛ کیونکہ اس کی چیز ہے وہ جہاں اور جتنی چاہے خرچ کرے، مگر یہ بھی اس کا فضل ہے کہ اس نے جہاں ہمیں خرچ کرنے کا حکم دیا وہاں پورا مال نہیں ؛ بلکہ کچھ حصہ خرچ کرنا ضروری قرار دیا،قرآن کریم میں جہاں بھی ''انفاق فی سبیل اللہ'' کا حکم دیا گیا ہے، وہاں ''مِنْ'' تبعیضیہ لاکر اس طرف اشارہ کر دیا گیا کہ سارا مال خرچ کرنا مطلوب نہیں ؛ بلکہ کچھ حصہ دے دینا کافی ہے،اور ساتھ میں اس طرف بھی توجہ دلائی گئی کہ ہم تمہارا مال نہیں مانگ رہے ہیں ؛ بلکہ ہم نے جو تمہیں دیا ہے اسی میں سے تھوڑا سا حصہ لینا چاہتے ہیں تا کہ دینے والے کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔ دیکھئے ارشاداتِ خداوندی ہیں:

(۱) وَمِمَّارَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ. (البقرة :۳، الانفال : ۳، الحج: ۳۵ ، القصص: ٥٤،السجدة:١٦،الشورى:٣٨)۔ (٢) وَاَنْفِقُوْامِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ. (النساء:٣٩). (۳)وَانْفِقُوْا مِمَّارَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَّعَلاَنِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ. (الفاطر:٢٩) . (۴)وَمَنْ رَّزَقْنَاهُ مِنَّارِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا. (النحل:٧٥) . (۵)وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلاَنِيَةً. (ابراهيم:٣١) . (٦)وَاَنْفِقُوْا مِمَّاجَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ. (الحديد:٧) .

ان جیسی آیات میں اللہ تعالیٰ نے آگاہ کیا ہے کہ زکوۃ وغیرہ کا حکم کوئی ٹیکس نہیں کہ اسے بھاری سمجھا جائے ؛ بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ اپنی ہی دی ہوئی ایک امانت تم سے مانگ رہا ہے

؛لہٰذا اسے دینے میں تمہارے دل پر کوئی تنگی اور بوجھ نہ ہونا چاہیے، بوجھ یا تنگی تو اس وقت ہوتی جب کہ تمہاری ذاتی کوئی چیز تم سے مانگی جاتی۔

شکرادا کیجیے!

پہلے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کی قبولیت کی نشانی یہ تھی کہ صدقہ کا مال کسی جگہ رکھ دیا جاتا اور آسمان سے آگ آکر اسے جلا کر خاکستر کر دیتی ، گویا کہ صدقہ کا مال کسی دوسرے بھائی کے کام نہ آسکتا تھا؛ بلکہ اس کا آگ سے بھسم ہو جانا ہی اصل مقصود سمجھا جاتا تھا،حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کے قصہ کے ضمن میں اس طرف اشارہ موجود ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

اِذْ قَرَّبَاقُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ. (المائدة:٢٧)

ترجمہ:جب دونوں نے اللہ کے نام کی ایک ایک نیاز پیش کی اور ان میں سے ایک کی تو مقبول ہوگئی اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل میں اختلاف ہوا،تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم دونوں اللہ کے دربار میں صدقہ پیش کرو،سو جس کا صدقہ قبول ہوگا وہی حق پر سمجھا جائے گا؛چنانچہ ہابیل نے بکری کا بچہ پیش کیا جو قبول ہو گیا(یعنی آسمانی آگ نے اسے جلا دیا)اور قابیل نے غلہ پیش کیا، جو قبول نہیں کیا گیا۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''پس آگ نے اتر کر ہابیل کی نیاز کو کھالیا،اور یہ قبولیت کی نشانی تھی،اور صدقہ

خیرات کا کھانا پہلی شریعتوں میں جائز نہ تھا، اور آگ نے قابیل کی نیاز چھوڑ دی، جس پر وہ غضبناک ہوا''۔(روحُ المعانی فی تفسیر القرآن والسبع المثانی:٤/١٦٤)

اور بعض احادیث سے بھی اسی مضمون کا علم ہوتا ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے اس اُمتِ مرحومہ پر یہ کرم فرمایا کہ اس سے زکوۃ کی شکل میں وصول کیا ہوا مال اسی کے ضرورت مند افراد پر خرچ کر دیا جاتا ہے، سورۂ توبہ آیت نمبر:۶۰ رمیں صدقات کے مصارف بیان کیے گئے ہیں۔اور حدیث میں فرمایا گیا ہے:

تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَائِهِمْ وَتُرَدُّ اِلٰی فُقَرَائِهِمْ .(مشکوۃ المصابیح:١٥٥)

''مال داروں سے لے کر فقیروں کو دیا جائے گا''۔

اس حکم کی وجہ سے زکوۃ دینا اور آسان ہو گیا کہ ہم اپنے مال کو ضائع نہیں کر رہے ہیں؛ بلکہ اپنے ہی بھائیوں کی ضرورت پوری کر رہے ہیں۔اپنے محتاج بھائی کی حاجت روائی پر صرف کرنا دراصل اللہ تعالیٰ ہی کو دینا ہے۔ایک صحیح حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ ایک شخص سے سوال کرے گا کہ اے آدم کے بیٹے! میں بیمار ہوا پھر تو نے میری مزاج پرسی نہ کی؟ تو وہ شخص حیرت سے پوچھے گا کہ اے میرے رب! بھلا میں آپ کی کیسے عیادت کرتا، آپ تو سارے جہانوں کے پروردگار ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کیا تمہیں پتہ نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے، پھر بھی تم نے اس کی عیادت نہیں کی، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اگر تم اس کی عیادت کو جاتے تو مجھے اس کے پاس پاتے۔اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا، تو نے مجھے کھانا نہیں

کھلایا، وہ عرض کرے گا کہ پروردگار! بھلا میں تجھ کو کیسے کھانا کھلاتا، تو دونوں جہاں کا پروردگار ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھ کو یاد نہیں میرا فلاں بندہ تجھ سے کھانا مانگنے آیا تھا، تو نے اس کو کھانا نہیں کھلایا، اگر تو اس کو کھانا کھلا دیتا تو اس کو میرے پاس پاتا۔اور اے آدم کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا؛ مگر تو نے پانی نہیں پلایا، وہ عرض کرے گا کہ میں آپ کو کیسے پانی پلاتا؟ آپ تو خود رب العالمین ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تھا؛ مگر تم نے اسے پانی نہیں پلایا، اگر تم اسے پانی پلا دیتے تو اس کو میرے پاس پاتے''(یعنی یہ عمل خیر میرے پاس محفوظ رہتا)۔(صحیح مسلم:٢/٣١٨)

زکوۃ وصدقہ؛ مال میں اضافہ کا سبب ہے:

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زکوۃ کی ادائیگی اور صدقہ وخیرات کرنے سے مال گھٹ جاتا ہے؛ لیکن قرآن وحدیث کی صراحت یہ ہے کہ صدقہ سے مال گھٹتا نہیں؛ بلکہ بڑھتا ہے۔ایک حدیث میں نبیٔ اکرم نے فرمایا:

''کسی آدمی کا مال صدقہ کی وجہ سے کم نہیں ہوتا اور جب بھی کسی انسان پر ظلم کیا جائے جس پر وہ صبر کرے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرماتے ہیں، اور جب بھی کوئی آدمی کسی سوال کا دروازہ کھولے، تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا باب کھول دیتا ہے''۔

(سنن الترمذی:٢/٥٨، مسند احمد:٤/٢٣١، المتجر الرابح:١٣٩)

سوال یہ ہے کہ بظاہر دیکھنے میں تو جب زکوۃ یا صدقہ نکالا جاتا ہے، تو مال گھٹتا ہوا نظر آتا ہے، پھر یہ کیوں کہا گیا کہ صدقہ سے مال نہیں گھٹتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صدقہ کی وجہ سے اگر چہ بظاہر مال کم ہوتا دکھائی دیتا ہے، مگر اس کی بنا پر من جانب خداوندی

جو برکت ہوتی ہے، خواہ بعد میں کاروبار میں اضافہ کی صورت میں ہو، یا نقصانات وبلیات سے حفاظت کی صورت میں، وہ صدقہ کی مقدار کے مقابلہ کہیں زیادہ ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ ایک صحیح روایت میں وارد ہے کہ:

ایک آدمی جنگل میں چلا جارہا تھا، اچانک اس نے بادلوں میں سے آواز سنی کہ فلاں آدمی کے باغ کی سینچائی کر، تو اچانک بادل کا ایک ٹکڑا الگ ہوا اور اس نے ایک وادی میں پانی برسایا، وادی کا سب پانی ایک نالے میں جمع ہوکر بھر کر چل پڑا، تو وہ آدمی پانی کے پیچھے پیچھے چلا، آگے جا کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا ہوا پانی کا رُخ اپنے پھاوڑے سے باغ کی طرف کررہا ہے، تو اس شخص نے اس سے پوچھا کہ: ''تمہارا کیا نام ہے''؟ اس نے بتایا تو یہ وہی نام تھا جس کو اس نے بادل کی آواز میں سنا تھا، تو باغ والے نے سوال کیا کہ آخر تمہیں میرا نام پوچھنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ اس نے جواب دیا کہ یہ پانی جس بادل سے برسا ہے اس میں سے میں نے آواز سنی تھی کہ فلاں یعنی تمہارے باغ کی سینچائی کرے؛ لہٰذا بتاؤ تم اس باغیچے کی آمدنی کا کیا کرتے ہو؟ اس باغ والے نے جواب دیا کہ میں اس کی کل آمدنی تین حصوں میں بانٹ دیتا ہوں: ایک تہائی حصہ صدقہ کردیتا ہوں، اور ایک تہائی حصہ میں سے میں اور میرے گھر والے کھاتے ہیں، اور ایک تہائی حصہ پھر باغ میں لگا دیتا ہوں۔ (صحیح مسلم: ۲/ ۴۱۱، المتجر الرابح: ۱۴۰)

تجربہ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ زکوۃ دینے والوں کا مال بڑھتا ہی رہتا ہے، اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ اہل مدارس مالی تعاون کے لیے ہر سال جن اہل خیر حضرات کے پاس جاتے ہیں تو پرانی رسید دکھاتے ہیں اور عام طور پر کوشش کرتے ہیں کہ پچھلی مرتبہ

سے زیادہ چندہ وصول کریں، اور اکثر لوگ اضافہ کر بھی دیتے ہیں، حالانکہ اگر زکوۃ سے مال گھٹتا ہوتا تو پچھلا والا ہی دینا مشکل ہوتا؛ چہ جائے کہ بڑھا کر دینا؛ اس لیے بہر حال حدیث کے مضمون پر یقین کرنا لازم ہے۔

نقد فائدہ:

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اکثر عبادات کے ثواب اور نتیجہ کا وعدہ آخرت کی زندگی میں کیا گیا ہے، مثلاً نماز سے جنت میں فلاں نعمت ملے گی، روزہ داروں کو فلاں ثواب کا مستحق بنایا جائے گا وغیرہ وغیرہ، مگر زکوۃ اور صدقات کے لیے جہاں آخرت میں عظیم الشان اجر وثواب کا ذکر ہے، وہیں دنیوی نقد فائدہ کو بھی بیان فرمایا گیا ہے، اور یہ فائدہ اتنا عظیم ہے کہ دنیا کی کسی دولت سے اس کی قیمت نہیں لگائی جاسکتی، اور اس فائدے کے حصول کے لیے انسان بڑی سے بڑی قربانی دینے اور مالی نقصان برداشت کرنے کے لیے آمادہ ہوجاتا ہے، وہ فائدہ یہ ہے کہ زکوۃ اور صدقہ ادا کرنے سے بلائیں اور مصیبتیں ٹلادی جاتی ہیں۔ نبیٔ کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

بَادِرُوْا بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ الْبَلَاءَ لَايَتَخَطَّاهَا. (مشکوۃ المصابیح: ۱/ ۱۶۷)

''صدقہ، جھٹ پٹ دیا کرو اس لیے کہ مصیبت صدقہ سے آگے نہیں بڑھتی''۔

یعنی اللہ تعالیٰ صدقہ کی وجہ سے مصیبت کو دفع فرمادیتے ہیں، اور ایک دوسری حدیث شریف میں وارد ہے:

اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ.

(سنن الترمذی: ۱/ ۱۴۴، مشکوۃ المصابیح: ۱۶۸)

"بے شک صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور بُری موت سے بچاتا ہے"۔ یعنی سخت بیماری اور سنگین حالات سے بچانے میں مفید ہے۔

نیز ایک مرسل روایت میں ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حَصِّنُوْا اَمْوَالَکُمْ بِالزَّکٰوةِ وَدَاوُوْا [اَمْرَاضَکُمْ] بِالصَّدَقَةِ وَاسْتَقْبِلُوْا اَمْوَاجَ الْبَلَاءِ بِالدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ. (مراسیل ابی داؤد:۸، المتجر الرابح:۱۳۷)

"زکوۃ ادا کر کے اپنے اموال کی مضبوط حفاظت کا انتظام کرو، اور صدقہ کے ذریعہ اپنے مریضوں کا علاج کرو، اور دعاء وگریہ وزاری کے ذریعہ آسمانوں کے طوفانوں کا مقابلہ کرو"۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ صدقہ وخیرات میں دارین کا فائدہ ہے۔

آخرت کا نفع:

یہ تو دنیا کا فائدہ ہے، مگر زکوۃ وصدقہ کے اخروی منافع بے شمار ہیں اور اصل میں یہی منافع ہمارے پیشِ نظر رہنے چاہئیں، یہاں اخروی منافع کا خلاصہ لکھا جاتا ہے۔

(۱) ایک روپیہ کے بدلہ میں سات سو گنا اجر مقرر ہے اور اخلاص وغیرہ کی وجہ سے اس میں زیادتی کا بھی وعدہ ہے۔ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۶۱)

(۲) زکوۃ وصدقہ میں خرچ گویا کہ اللہ کے ساتھ تجارت کرنا ہے، جس میں کسی نقصان کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ (سورۂ فاطر: ۲۹)

(۳) صدقہ قیامت کے دن ہمارے لیے حجت بنے گا۔ (صحیح مسلم: ۱/۱۱۸)

(۴) زکوۃ وصدقہ کی ایک کھجور (معمولی حصہ) کو اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ میں لیتا ہے

اور اس کی اسی طرح پرورش فرماتا ہے جیسے انسان اپنی اونٹنی کے بچے کی پرورش کرتا ہے، تا آنکہ وہ چھوٹی سی کھجور اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑے پہاڑ کے برابر تک پہنچ جاتی ہے۔

(صحیح مسلم: ۱/۳۲۶)

(۵) جو شخص زکوۃ وصدقہ ادا کرنے والا ہوگا اس کو جنت کے خاص دروازہ "باب الصدقہ" سے داخل کیا جائے گا۔ (مشکوۃ المصابیح: ۱/۱۶۷)

(۶) سات قسم کے حضرات میدانِ محشر میں عرشِ خداوندی کے سائے میں ہوں گے، انہی میں سے ایک وہ شخص ہوگا جو اللہ کی راہ میں خفیہ خرچ کرتا ہوگا، اس طرح کہ داہنے ہاتھ سے دے تو بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ (صحیح بخاری: ۱/۱۹۱، صحیح مسلم: ۱/۳۳۱)

(۷) یہ صدقہ قیامت کے دن ہمارے لیے سائبان ہوگا۔

(مسند احمد: ۵/۴۱۱، مشکوۃ المصابیح: ۱/۱۷۰)

صرف چالیسواں حصہ:

پھر غور فرمائیے! کہ پورے مال کا صرف ۴۰/واں حصہ سال بھر میں فرض کی حیثیت سے نکالنا ضروری قرار دیا گیا اور یہ بھی مطلق نہیں؛ بلکہ وہ مال جو اپنے اندر بڑھنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور ضرورتِ اصلیہ سے زائد ہو، اور اس پر ایک سال گذر گیا ہو کہ نصاب کلی یا جزئی طور پر باقی ہو۔ ان سب شرائط کے پائے جانے کے بعد ہی زکوۃ کی ادائیگی لازم ہوتی ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو پچاس فیصدی یا اس سے زیادہ بھی زکوۃ فرض کر سکتا تھا اور مال آتے ہی وجوب کا حکم دیا جا سکتا تھا، مگر یہ بھی محض اس کا فضل وانعام ہے کہ اس نے تمام ممکنہ سہولتوں کے ساتھ صرف ۴۰/روپیہ میں ایک روپیہ زکوۃ کے طور پر فرض فرمایا ہے، اس

انعام کے باوجود بھی کوئی شخص زکوۃ نکالنے میں کوتاہی کرے تو اس سے بڑا نعمتِ خداوندی کا ناشکرا کوئی نہیں ہوسکتا۔

الغرض یہ چند اشارات ہیں جن سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ زکوۃ وصدقہ ہمارے لیے کتنی بڑی رحمت کی چیز ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے نصاب کا مالک بنا رکھا ہے اس کے ساتھ کتنے فضل عظیم کا معاملہ فرمایا ہے؟ اس کے باوجود بھی اگر ہم زکوۃ ادا کرتے وقت اور صدقہ دیتے وقت اپنے دل میں تنگی محسوس کریں اور اسے جبری ٹیکس تصور کریں تو اس سے بڑی کسی حماقت کا تصور نہیں کیا جاسکتا، ہماری اولین کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اگر ہم زکوۃ ادا کرنے کے اہل ہیں تو پہلی فرصت میں اپنے فریضہ سے سبک دوش ہوجائیں اور اس فرض کی انجام دہی میں قطعاً تغافل اور ٹال مٹول سے کام نہ لیں۔

زکوۃ نہ دینے پر سخت عذاب کی وعید:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ،يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ.

(التوبۃ:...)

’’اور جو بھی سونا اور چاندی خزانہ کرکے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے تو آپ انہیں بشارت سنا دیجیے دردناک عذاب کی۔ جس دن جہنم کی آگ میں اسے گرم کیا جائے گا، پھر اس کے ذریعہ ان کی پیشانی اوران کے پہلوؤں اور ان کی پیٹھوں

کو داغا جائے گا۔ (کہا جائے گا کہ) یہ وہ ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، تو اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو‘‘۔

اور حدیث پاک میں بھی زکوۃ نہ دینے پر سخت قسم کی وعید وارد ہوئی ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مال کی زکوۃ ادا نہیں کرتا، قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں اس کی گردن میں ڈال دیا جائے گا۔ (راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے قرآن پاک کی آیت کا مصداق ہمیں سمجھایا اور یہ آیت تلاوت کی، جس کا ترجمہ یہ ہے) اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں کہ جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات کچھ ان کے لیے اچھی ہوگی؛ بلکہ یہ بات ان کی بہت بری ہے، وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنا دیے جائیں گے اس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا۔

(سنن الترمذی:.....)

ذیل میں زکوۃ کے چند منتخب مسائل پیش کیے جارہے ہیں:

زکوۃ کی فرضیت:

زکوۃ کی فرضیت کے لیے ضروری ہے کہ آدمی میں درج ذیل صفات پائی جائیں:

(۱) آزاد ہو (غلام باندی پر زکوۃ فرض نہیں)

(۲) مسلمان ہو (کافر سے زکوۃ کا مطالبہ نہیں)

(۳) سمجھ دار ہو (پاگل پر زکوۃ فرض نہیں، جب کہ پاگل پن اس پر مسلسل طاری ہو)

(۴) بالغ ہو (بچہ پر زکوۃ نہیں)۔ (فتاوی عالمگیری: ۱/۱۷۲، البحر الرائق

۲۰۲/۱، فتاوی تاتارخانیہ:۱۳۳/۳، بدائع الصنائع:۷۸/۲)

(۵) اسے زکوۃ کی فرضیت کا علم ہو (خواہ حکماً جیسے اسلامی ماحول میں رہنے والا شخص)۔(الدرالمختار:۱۷۴/۳، بدائع الصنائع:۱۷۹/۲، الموسوعۃ الفقھیۃ:۲۳۴/۲۳)

بے ہوش صاحبِ نصاب پر زکوۃ:

اگر کوئی شخص بے ہوش ہو، مگر اس کی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال موجود ہو، تو اگرچہ وہ سال بھر بے ہوش رہے، پھر بھی اس کے مال میں زکوۃ واجب ہوگی۔

(عالمگیری: ۱۷۲/۱، ردالمحتار:۱۷۴/۳، تاتارخانیہ:۲۳۶/۳، البحرالرائق:۳۵۵/۲)

وجوبِ زکوۃ کی شرطیں:

زکوۃ فرض ہونے کے لیے درج ذیل شرائط کا پایا جانا لازم ہے:

(۱) مال بقدرِ نصاب ہو (مثلاً سونے کا نصاب ۲۰ مثقال، اور چاندی کا نصاب دوسو درہم وغیرہ)

(۲) ملکیت تام ہو (لہٰذا جو مال اپنے قبضہ میں نہ ہو، سردست اس کی زکوۃ کا مطالبہ نہیں ہے)

(۳) نصاب ضرورتِ اصلی سے زائد ہو (استعمالی ساز و سامان پر زکوۃ نہیں ہے)

(۴) نصاب قرض سے خالی ہو (یعنی قرض کی رقم منہا کرکے نصاب مکمل مانا جائے)

(۵) مال نامی ہو (یعنی ایسا مال جس میں بڑھنے کی صلاحیت ہو خواہ وہ اپنی خلقت کے اعتبار سے ہو، جیسے سونا، چاندی یا فعلی اعتبار سے ہو، جیسے مالِ تجارت، مویشی وغیرہ)۔(عالمگیری:۱۷۲/۱-۱۷۴، بدائع الصنائع:۸۸/۲، ردالمحتار:۱۷۴/۳، الموسوعۃ الفقھیۃ:۲۳۶/۲۳)

زکوۃ کی ادائیگی کب واجب ہوتی ہے:

اگر نصاب پر ایک سال گذر جائے تو اس کی زکوۃ کی ادائیگی واجب ہوجاتی ہے۔

(الدرالمختار:۱۸۶/۳، ھندیہ:۱۷۵/۱، الموسوعۃ الفقھیۃ:۲۴۲/۲۳، ھدایہ:۲۰۲/۱)

سال کے درمیان میں نصاب گھٹ جائے؟

اگر شروع اور اخیر سال میں نصاب پورا تھا، مگر درمیان سال میں اس کی مقدار کم رہی تب بھی پورے نصاب کی زکوۃ واجب ہوگی۔

(بدائع الصنائع:۹۹/۲، ھندیہ:۱۷۵/۱، تاتارخانیہ:۱۸۱/۳)

اضافہ شدہ رقم نصاب میں شامل ہوگی:

دورانِ سال نصاب میں جس قدر اضافہ ہوا اس سب پر اخیر سال میں زکوۃ واجب ہوگی (یعنی جس دن سال پورا ہوا اس دن کا بیلنس دیکھا جائے گا اور کل پر زکوۃ واجب ہوگی)۔(مراقی الفلاح:۳۸۹، ھندیہ:۱۷۵/۱)

زکوۃ میں قمری سال کا اعتبار ہے:

زکوۃ کی ادائیگی کے وجوب کے لیے قمری سال کا اعتبار ہوگا نہ کہ شمسی سال کا۔

(ردالمحتار:۲۵۹/۲، الدرالمنتقی:۱۹۳/۱، ھندیہ:۱۷۵/۱)

تنبیہ:

اس مسئلہ کو اچھی طرح یاد رکھنے اور اس کا لحاظ رکھنے کی ضرورت ہے؛ اس لیے کہ اکثر سرمایہ دار حضرات سہولت کے لیے سرکاری سال کی ابتداء وانتہاء (مارچ-اپریل) کے اعتبار سے زکوۃ کا حساب لگاتے ہیں، اور قمری سال کا اعتبار نہیں کرتے، جس کی وجہ سے شرعی حساب مکمل نہیں ہو پاتا، اس لیے زکوۃ نکالنے والوں پر لازم ہے کہ وہ چاند کے مہینہ کی

جس تاریخ سے صاحبِ نصاب ہوئے ہیں،اسی تاریخ کو ہر سال اپنی زکوۃ کا حساب لگایا کریں۔(کتاب المسائل:۲/۲۱۲)

زکوۃ جلد از جلد ادا کرنی چاہیے:

زکوۃ جیسے ہی واجب ہو فوراً ادا کرنا ضروری ہے، بلا عذر تاخیر کرنے سے گنہ گار ہوگا، بہت سے سرمایہ دار حضرات کے پاس بڑی مقدار میں زکوۃ کا روپیہ پڑا رہتا ہے، انہیں جلد از جلد اس فرض سے سبکدوش ہوجانا لازم ہے۔

(حاشیة الطحطاوی:۳۸۸،عالمگیری:۱/۱۷۰،ردالمحتار:۳/۱۹۱،تاتارخانیه:۳/۱۳٤)

زکوۃ میں کتنا مال دیا جائے:

زکوۃ میں کل مال کا چالیسواں حصہ (یعنی ڈھائی فیصدی) دینا ضروری ہوتا ہے۔

(طحطاوی:۳۸۹،الدرالمختارعلی الشامی :۳/۱۷۲،البحرالرائق:۲/۳۹۳)

سونے کا نصاب:

سونے کا نصاب عربی اوزان کے اعتبار سے ۲۰/مثقال ہے، جس کا وزن تولہ کے حساب سے ساڑھے سات تولہ اور گراموں کے اعتبار سے ۸۷/گرام ۴۸۰/ملی گرام ہوتا ہے۔(سنن ابی داوٗد:۱/۲۲۱،تنویر الابصار مع الدرالمختار: ۳/۲۲٤، هدایه: ۱/۲۱۱، تاتارخانیه:۳/۱۵۵،ایضاح المسائل:۱۰۳،کتاب المسائل:۲/۲۱۳)

چاندی کا نصاب:

چاندی نصاب عربی اوزان کے اعتبار سے دوسو درہم ہے، جس کا وزن تولہ کے حساب سے ساڑھے باون تولہ اور گراموں کے اعتبار سے ۶۱۲/گرام ۳۶۰/ملی گرام

ہوتا ہے۔(الموسوعة الفقهية:۲۳/۲٦٤،تنویر الابصار:۳/۲۳٤،تاتارخانیه:۳/۱۵۵،ایضاح المسائل:۱۰۳،کتاب المسائل:۲/۲۱۳)

سونا چاندی دونوں نصاب سے کم ہوں؟

اگر سونا اور چاندی دونوں کے زیورات یا اشیاء ملکیت میں ہوں؛ لیکن کسی ایک کا نصاب بھی پورا نہ ہو، تو دونوں کو ملا کر قیمت لگائی جائے گی، اگر دونوں کی قیمت مل کر سونے یا چاندی کے کسی نصاب کو پہنچ جائے تو زکوۃ واجب ہوجائے گی۔(مثلاً آج کل سونے اور چاندی کی قیمتوں میں بڑا فرق ہوگیا ہے، اب اگر کسی کے پاس ڈیڑھ تولہ سونا ہے اور چند تولہ چاندی ہے، تو دونوں کی جب قیمت لگائی جائے گی تو چاندی کے اعتبار سے نصاب تک پہنچ جائے گی؛ لہٰذا زکوۃ واجب ہوگی)۔(ردالمحتار: ۳/۲۳٤، هدایه: ۱/۲۱۳،تاتارخانیه:۳/۱۵۸)

اگر زیور کے ساتھ روپیہ بھی ہو؟

زیور کے ساتھ اگر روپیہ یا سامانِ تجارت موجود ہو تو اگرچہ زیور کا وزن نصاب تک نہ پہنچتا ہو؛ لیکن سب ملا کر قیمت چاندی کے نصاب تک پہنچ گئی تو زکوۃ واجب ہوجائے گی۔(مثلاً ۲-۳/تالہ سونا ہے اور ساتھ میں پانچ ہزار روپیہ ہے یا مالِ تجارت ہے، تو کل کی قیمت اگر چاندی کے نصاب تک پہنچ رہی ہو تو اس پر زکوۃ واجب ہوگی)۔(هندیه:۱/۱۷۹،الدرالمختار مع الرد:۳/۲۳٤،ایضاح المسائل:۱۰۳)

تجارت کی نیت سے خریدے گئے فلیٹ کو کرایہ پر دینا:

اگر کسی شخص نے کوئی فلیٹ وغیرہ تجارت کی نیت سے خریدا تھا، پھر اس کو کرایہ پر

اُٹھا دیا تو وہ اب وہ مالِ تجارت میں داخل نہ رہے گا، یعنی سال گذرنے پر اس کی قیمت لگا کر زکوۃ واجب نہ ہوگی؛ البتہ کرایہ کی آمدنی اگر نصاب کے بقدر ہو تو حسبِ شرائط اس پر زکوۃ کا وجوب ہوگا۔(تاتارخانیہ:۱۶۷/۳، کتاب المسائل:۲۱۵/۲)

حج کے لیے رکھے ہوئے روپیوں پر زکوۃ:

اگر کسی صاحبِ نصاب شخص نے حج کی نیت سے روپئے جمع کر رکھے تھے اسی دوران سالانہ زکوۃ نکالنے کا وقت آ گیا تو اس پر حج کے لیے رکھی ہوئی پوری رقم کی زکوۃ نکالنا بھی لازم ہوگا۔(ردالمحتار:۱۷۹/۳،انوارِ مناسک:۱۶۰، کتاب المسائل:۲۱۶/۲)

ٹینٹ ہاؤس کے سامان پر زکوۃ کا حکم:

ٹینٹ ہاؤس وغیرہ میں جو برتن اور سامان کرائے پر چلائے جاتے ہیں، ان کی مالیت اور قیمت پر زکوۃ نہیں؛ بلکہ ان کے ذریعہ ہونے والی کرایہ کی آمدنی پر حسبِ ضابطہ زکوۃ واجب ہوگی۔(عالمگیری:۱۸۰/۱،تاتارخانیہ:۱۶۹/۳،الوالوالجیۃ:۱۸۲/۱)

تجارتی پلاٹوں اور فلیٹوں پر زکوۃ:

جو پلاٹ یا زمین فروخت کی نیت سے خریدے گئے ہیں، ان کی موجودہ قیمت پر زکوۃ واجب ہوگی۔(ھدایہ:۲۱۲/۱،عالمگیری:۱۷۹/۱،تاتارخانیہ:۱۶۴/۳،البحرالرائق:۳۹۸/۲،تبیین الحقائق:۷۷/۲،ایضاح المسائل:۱۰۶، کتاب المسائل:۲۱۷/۲)

مچھلی پالن پر زکوۃ:

مچھلی پالن کے لیے تالاب اور اس کی زمین کی قیمت پر کوئی زکوۃ واجب نہیں؛ البتہ جو مچھلیوں کا بیج خرید کر ڈالا گیا ہے اس پر سال پورا ہونے پر موجودہ قیمت کے

اندازہ سے زکوۃ واجب ہوگی۔(الدرالمختار:۱۹۸/۳،احسن الفتاویٰ:۳۰۰/۴)

شادی کے لیے رکھے گئے زیورات پر زکوۃ:

اگر باپ یا ماں نے بچی یا بچے کی شادی کے لیے زیورات بنا کر رکھے ہیں اور وہ ابھی بچوں کو حوالے نہیں کیے گئے؛ بلکہ اپنی ہی ملکیت میں ہیں تو ان کی مالیت پر حسبِ ضابطہ زکوۃ ماں یا باپ پر واجب رہے گی، اور اگر بچوں کی ملکیت میں دے دیے ہیں، تو جب تک وہ نابالغ ہیں ان پر زکوۃ واجب نہ ہوگی، اور بالغ ہونے کے بعد اگر نصاب وغیرہ کی شرائط پوری ہوتی ہوں تو سال گذرنے پر ان پر زکوۃ کا وجوب ہوگا۔(الدرالمختار:۱۷۴/۳،البحر الرائق:۲۰۲/۲،فتاوی محمودیہ:۳۷۶/۹،محمود الفتاویٰ:۸۵/۲)

کس طرح کے اموال میں زکوۃ واجب نہیں ہے؟

درج ذیل اموال اور اثاثہ میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی، خواہ ان کی قیمت کتنی ہی ہو:

(۱) رہنے کے گھر۔

(۲) کرائے پر دیے گئے مکانات (البتہ ان کی آمدنی پر زکوۃ حسبِ ضابطہ واجب ہوگی)۔

(۳) استعمالی کپڑے، چادریں، فرش وغیرہ۔

(۴) گھر کا ساز وسامان (فرج، کولر، واشنگ مشین وغیرہ)

(۵) سواریاں (گاڑی، موٹرسائیکل وغیرہ)۔

(۶) غلام باندیاں جو خدمت پر مامور ہوں۔

(۷) اپنی حفاظت کے لیے رکھے گئے ہتھیار۔

(۸) گھر میں رکھا ہوا کھانے پینے کا ذخیرہ۔

(۹) سجاوٹ کے برتن۔

(۱۰) ہیرے جواہرات (جب کہ تجارت کے لیے نہ ہو)۔

(۱۱) مطالعہ کی کتابیں۔

(۱۲) صنعت کاروں کے اوزار اور مشین، کارخانے، فیکٹریاں، کرایہ پر چلنے والی بسیں اور ٹرک اور کاشت کار حضرات کے ٹریکٹر، اور آلاتِ زراعت وغیرہ۔ (نیز ہر ایسا سامان جو تجارت کی نیت سے نہ خریدا گیا ہو)۔ (عالمگیری: ۱/۱۷۲، تاتارخانیہ: ۳/۱۷۳، الدر المختار: ۳/۱۸۲، ھدایہ: ۱/۲۰۲)

پیشگی زکوۃ ادا کرنا:

اگر کسی شخص نے بقدرِ نصاب مال ملکیت میں آنے کے بعد حساب لگا کر چند سال کی پیشگی زکوۃ ادا کر دی تو بھی اس کی ادائیگی درست ہو جائے گی۔ (تاہم اگلے سالوں میں اگر مال بڑھ جائے تو اسی حساب سے مزید زکوۃ نکالنی ہوگی)۔ (طحطاوی: ۳۸۹، ردالمحتار: ۳/۲۲۰، الوالوالجیة: ۱/۱۹۳، ھدایہ: ۱/۲۱۰، تاتارخانیة: ۳/۱۸٤، مسائل بهشتی زیور: ۳۱۵، کتاب المسائل: ۲/۲۲۸)

مالِ تجارت میں فروختگی کی قیمت کا اعتبار:

تجارتی سامان کی زکوۃ میں یہ دیکھا جائے گا کہ وجوبِ زکوۃ کے وقت اس کی بازاری قیمت کیا ہے؟ اسی قیمت کا حساب لگا کر زکوۃ ادا کی جائے گی، تاجر کی خرید کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا (مثلاً کسی تاجر نے سو روپیہ میں سامان خریدا اور دوکان پر لا کر وہ نفع کے ساتھ دو سو روپیہ

میں فروخت کرتا ہے تو وہ فروختگی کی قیمت کے اعتبار سے ہی زکوۃ نکالے گا)۔ (تبیین الحقائق: ۲/۷۸، مجمع الانہر: ۱/۳۰٦)

مالِ حرام میں زکوۃ کا مسئلہ:

جو مال حرام طریقہ (مثلاً سود، رشوت یا غصب کے ذریعہ) حاصل کیا گیا ہو وہ سب کا سب اصل مالک پر لوٹانا یا غریبوں پر تقسیم کرنا ضروری ہوتا ہے؛ لہٰذا ایسے خالص حرام مال پر زکوۃ کا حکم نہیں ہے؛ البتہ اگر حلال اور حرام مال مخلوط ہو تو زکوۃ واجب ہوگی۔ (ردالمحتار: ۳/۲۱۸، البحرالرائق: ۲/۳٦۹، تنویر الابصار مع الدرالمختار: ۳/۲۱۷، تاتارخانیة: ۳/۲۳۳، فتاویٰ محمودیہ: ۱٤/۳۲-۳۳)

مالک کا زکوۃ کے نوٹ ادل بدل کرنا:

اگر مالک نے زکوۃ کی رقم الگ کر کے رکھی تھی اور ابھی فقیر کے قبضہ میں نہیں دی تھی تو وہ اس رقم کو ادل بدل کرنے کا اختیار رکھتا ہے، حتی کہ اگر چاہے تو یہ رقم دوسری ضروریات میں خرچ کر کے اس کی جگہ دوسری رقم رکھ دے، یا دوسری رقم سے زکوۃ ادا کر کے اس رقم سے وصول کر لے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (کتاب المسائل: ۲/۲۳۲ مستفاد ردالمحتار: ۳/۱۸۹)

وکیل کا زکوۃ کے روپے تبدیل کرنا:

مدرسہ کا سفیر، یا مالک کا وکیل امین ہوتا ہے، اس لیے اصل بات یہ ہے کہ زکوۃ میں حاصل کردہ اصل رقم بلا کسی تبدیلی کے مدرسہ یا مستحق تک پہنچائے؛ لیکن اگر ضرورت ہو تو نوٹ بدلنے اور تڑانے کی بھی گنجائش ہے؛ کیوں کہ زکوۃ میں روپے متعین نہیں ہوتے؛ بلکہ اصل میں مالیت متعین ہوتی ہے، اس میں کمی نہیں ہونی چاہیے۔ (کتاب المسائل: ۲/۲۳۲، مستفاد ردالمحتار: ۳/۱۸۹)

زکوۃ کی ادائیگی اور مصارف

زکوٰۃ کے مصارف:

اسلام کی منجملہ خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صدقہ وخیرات کی رقم خود اپنے ہی ہم جنسوں پر خرچ کرنے کی اجازت دی گئی ہے؛ چنانچہ قرآن کریم میں زکوۃ وصدقات کے مصارف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ، فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ. (التوبة:٦٠)

ترجمہ: زکوۃ وہ حق ہے (۱) مفلسوں کا (۲) محتاجوں کا (۳) اور زکوۃ کے کام پر جانے والوں (سرکاری سفیروں) کا (۴) اور جس کا دل لبھانا مقصود ہو (۵) اور (غلاموں) کی گردنیں چھڑانے میں (۶) اور جو تاوان بھریں (مقروض ہوں) (۷) اور اللہ کے راستہ میں (۸) اور راستہ کے مسافر کو، یہ اللہ کا مقرر کردہ ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔

مذکورہ آٹھ مصارف میں سے تالیفِ قلب، اسلام کے لیے دل لبھانے کا مصرف اب باقی نہیں رہا؛ اس لیے کہ اسلام کے غلبہ اور اس کی تعلیمات عام ہوجانے کے بعد اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی، بقیہ مصارف میں ''عاملین'' سے مراد اسلامی حکومت کے وہ کارندے ہیں جو عوام سے زکوۃ کی وصولی پر مامور ہیں، تو ان کی تنخواہ زکوۃ کی رقم سے دی جاسکتی ہے، بشرطیکہ تنخواہ کی مقدار حاصل شدہ زکوۃ کی رقم کے نصف سے زائد نہ ہو، اور غلام

باندی اس دور میں نہیں ہیں؛ لیکن اگر کسی دور میں کسی جگہ پائے جائیں تو ان کو آزاد کرانے میں زکوۃ کی رقم لگائی جاسکتی ہے۔

تاہم ان میں سے اکثر مصارف کی بنیاد محتاجگی اور ضرورت مندی پر ہے، اور یہ بات متعین ہے کہ زکوۃ پر اصلاً ضرورت مندوں کا حق ہے، جو ضرورت مند نہ ہو اس کے لیے زکوۃ لینا قطعاً جائز نہیں ہے۔ حتی کہ بعض احادیث میں ہے کہ ''جو شخص ضرورت بھر مال ہونے کے باوجود بھیک مانگے گا وہ دراصل جہنم کے انگارے اکٹھا کرنے والا ہوگا''۔ (سنن ابی داؤد:۱/۲۳۰)

اسی لیے حضراتِ فقہاء نے لکھا ہے کہ جس کے پاس ایک دن کی روزی روٹی کا نظم ہو اس کے لیے روٹی کا سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ (البحر الرائق:۲/۲۵۰، مجمع الانہر:۱/۲۲۶، بدائع الصنائع:۲/۱۶۱)

زکوۃ خوش دلی سے دی جائے:

اہل ثروت حضرات کو ہمیشہ خوش دلی اور بشاشت کے ساتھ زکوۃ نکالنی چاہیے، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے اس عبادت کو انجام دینے کی توفیق عطا فرمائی، اور کبھی بھی زکوۃ دیتے ہوئے دل تنگ نہ ہوں، اور نہ اسے اپنے اوپر بوجھ سمجھیں، زکوۃ کا بوجھ سمجھنا قیامت کی علامات میں سے ہے، نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اُمت میں پندرہ خصلتیں عام ہوجائیں گی، تو ان پر پے درپے مصائب اور بلاؤں کا نزول ہوگا۔ ان باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگ زکوۃ کو ٹیکس سمجھنے لگیں گے۔ **والزکوۃ مغرما.** (سنن الترمذی:۲/۴۵) اور تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص جتنی خوش دلی سے زکوۃ ادا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اتنا ہی اسے کاروباری برکت سے نوازتے ہیں، اور نقصان سے

حفاظت رہتی ہے۔

احسان نہ جتائیں:

زکوٰۃ دے کر کسی غریب پر احسان نہ جتانا چاہیے؛ بلکہ غریب کا احسان ماننا چاہیے کہ اس نے ہمارا صدقہ قبول کر کے ہمارا فریضہ ادا کرنے میں تعاون کیا؛ کیوں کہ اگر غرباء نہ ہوں تو مال دار لوگ اپنے فریضے سے ہرگز سبک دوش نہیں ہو سکتے؛ لہٰذا لازم ہے کہ مال دار ہمیشہ غرباء کے احسان مند رہیں اور انہیں زکوٰۃ دے کر الٹے احسان نہ جتائیں اور نہ ان سے کسی دنیوی صلہ کے متمنی رہیں اور نہ انہیں ذلیل سمجھیں۔ قرآن کریم اور احادیث پاک میں احسان جتانے کے عمل کی شدید مذمت وارد ہوئی ہے۔ اعاذنا اللّٰہ منہ.

زکوٰۃ کے مستحق کون لوگ ہیں؟

زکوۃ درج ذیل لوگوں کو دی جاسکتی ہے:

(۱) فقراء (جن کے پاس نصاب کے بقدر مال نہ ہو)

(۲) مساکین (جو کسی بھی مال کے مالک نہ ہوں)

(۳) اسلامی حکومت کے وہ کارندے جو زکوٰۃ وعشر کی وصولی پر مقرر ہوتے ہیں۔

(۴) ایسے غلام جو اپنی آزادی کے لیے مدد کے طالب ہوں۔

(۵) ایسے قرض دار جن کو قرض سے سبک دوشی کے لیے زکوۃ دی جائے، جب کہ ان کے پاس اپنی ذاتی مالیت قرض کی ادائیگی کے لیے باقی نہ ہو۔

(۶) وہ غازیانِ اسلام اور مجاہدین جو اپنی مالی بے سروسامانی کی وجہ سے اسلامی لشکر سے بچھڑ گئے ہوں۔ (گویا جہاد کرنے کے لیے زکوۃ کی رقم سے مجاہدین کی مدد کی جاسکتی ہے)

(۷) وہ مسافر جو سفر کے دوران ضرورت مند ہو جائیں۔ (اگرچہ اپنے وطن میں مال وثروت والے ہوں اور گھر سے فوری طور پر مال منگانا مشکل ہو)۔ (مراقی الفلاح مع الطحطاوی:۳۹۲،الدر المختار مع الشامی :۲۸۳/۳،البحرالرائق:۴۲۲/۲،ھندیہ:۱۸۹/۱)

قریبی رشتہ داروں کا حق:

قریبی رشتہ دار (جن میں ولادت اور زوجیت کا رشتہ نہ ہو) زکوۃ کے اہم مستحقین میں سے ہیں ،ان کو زکوۃ دینے میں دوگنا ثواب ملتا ہے،ایک زکوۃ کا دوسرے صلہ رحمی اور قرابت کا۔ (مستفاد:سنن الترمذی:۱۴۲/۱،شعب الایمان :۲۳۹/۳،مصنف ابن ابی شیبۃ:۵۴۵/۶،مراقی الفلاح، حاشیۃ الطحطاوی:۳۹۳،ھندیہ:۱۹۰/۱)

فائدہ: واضح رہے کہ باپ، دادا، اولاد اور شوہر بیوی کے علاوہ سب ضرورت مند رشتہ داروں، مثلاً بھائی، بہن، چچا، پھوپھی، ماموں اور بھانجے وغیرہ کو زکوۃ دینا شرعاً درست ہے ؛ بلکہ افضل ہے۔ (کتاب المسائل:۲۵۹/۲)

کن لوگوں کو زکوۃ دینا جائز نہیں:

درج ذیل لوگوں کو زکوۃ دینا درست نہیں ہے:

(۱) باپ، دادا، پردادا، نانا، پرنانا۔ اسی طرح دادی، نانی، وغیرہ الخ۔

(۲) لڑکے، لڑکیاں، پوتے، نواسے، پوتیاں، نواسیاں، الخ۔

(۳) بیوی اور شوہر۔

(۴) اپنا غلام اور باندی۔

(۵) کافر۔

(٦) صاحبِ نصاب مالدار۔

(٧) صاحبِ نصاب مالدار کے غلام باندی۔

(٨) مال دار کا نابالغ (چھوٹا) بچہ۔

(٩) سادات (بنو ہاشم آلِ علی، آلِ عباس وغیرہ)

(١٠) بنو ہاشم کے آزاد کردہ غلام باندی۔ (مراقی الفلاح:٣٩٣، الدر المختار مع الرد:٢٩٤/٣، تبیین الحقائق:١٢٢/٢ـ١٢٦، عالمگیری:١٨٨/١، البحر الرائق:٢٤٤/٢، ہندیہ:٢٠٦/١)

مدارس میں زکوۃ دینے میں دوہرا ثواب:

مدارس میں زکوۃ خرچ کرنے میں دوہرا ثواب ملے گا، ایک زکوۃ کی ادائیگی کا دوسرے علم کی اشاعت اور دین کے تحفظ کا۔ (کتاب المسائل:٢٧١/٢، عالمگیری:١/ ١٨٧، الدر المختار:٣٠٤/٣، البحر الرائق:٤٣٦/٢، تبیین الحقائق:١٢٤/٢، احکام زکوۃ:٤٤، فتاویٰ دار العلوم:٢١٨/٦)

تملیک اور حیلۂ تملیک:

زکوۃ کی ادائیگی کے لیے غریب مستحق کو مالک بنانا شرط ہے، اور جہاں تملیک نہ پائی جائے (مثلاً تعمیرات یا رفاہی اُمور) وہاں زکوۃ کی ادائیگی درست نہ ہوگی، اصل مسئلہ یہی ہے؛ لیکن فقہاء نے ضرورت کے موقع پر حیلۂ تملیک کی گنجائش دی ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے: فتاویٰ تاتارخانیۃ: ٣١٨/١٠)

تنبیہ: یہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حیلہ اصل قانون کا درجہ نہیں رکھتا؛ بلکہ واقعی ضرورت کی

تکمیل اور قانون کے حدود کی حفاظت کے لیے حیلہ اختیار کرنے کی اجازت مجبوراً دی جاتی ہے، اور حیلہ کے بارے میں بنیادی اصول یہ ہے کہ اگر منشأ شریعت کی تکمیل کے لیے حیلہ کیا جائے، تو بلا کراہت اس کی گنجائش ہوتی ہے اور اگر مقاصدِ شریعت کو نظر انداز کر کے حیلہ کیا جائے تو ایسا حیلہ سخت مکروہ ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص اپنے اوپر زکوۃ کے وجوب کو ساقط کرنے کے لیے حیلہ کرے تو اس کی اجازت نہ ہوگی؛ البتہ اگر دینی ضرورت کی تکمیل کے لیے حیلہ کیا جائے جب کہ اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ ہو، تو یہ بلا کراہت درست ہوگا۔ مثلاً کسی جگہ دینی پسماندگی کی وجہ سے مسلم آبادی کا دین وایمان خطرہ میں ہے اور زکوۃ کے علاوہ امدادی رقوم سے وہاں دینی تعلیم کا نظام قائم کرنا مشکل ہے، تو اس طرح کی سخت ضرورتوں کے مواقع پر حیلۂ تملیک کی گنجائش ہوتی ہے اور جہاں حیلہ کے بغیر ضرورت پوری ہوسکتی ہو، تو وہاں حیلۂ تملیک جائز نہ ہوگا۔ (تاتارخانیۃ: ١٠/ کفایت المفتی:٢٨٥/٤)

آج کل حیلۂ تملیک اپنانے میں بہت لاپرواہی برتی جاتی ہے اور عام طور پر حیلہ ہی کو قانون کا درجہ دے دیا گیا ہے، چنانچہ زکوۃ کی رقومات بے تکلف حیلۂ تملیک کے بعد غیر مصارف میں صرف کی جاتی ہیں، اور اس بے احتیاطی کا کوئی احساس تک نہیں ہوتا، حالاں کہ یہ معاملہ بہت نازک ہے، مبتلا بہ شخص کو فی ما بینہ وبین اللہ دیانۃً فیصلہ کرنا چاہیے کہ آیا واقعۃً حیلۂ تملیک کی ضرورت ہے یا نہیں، اگر ضمیر مطمئن ہو تو اس کا اقدام کیا جائے ورنہ اس سے احتراز لازم ہے۔ (مستفاد: محمود الفتاویٰ:٤٨/٣ـ٥٦، کتاب المسائل:٢٧٢/٢)

حیلۂ تملیک کی کئی صورتیں ہیں:

(١) فقیر کو زکوۃ کے مال کا بالکلیہ مالک بنا دیا جائے، پھر اس سے کہا جائے کہ فلاں

جگہ پر خرچ کی ضرورت ہے، تم اپنی طرف سے وہاں خرچ کردو، تو اگر وہ برضا ورغبت اس جگہ خرچ کردے گا تو اس عمل کا اسے ثواب ملے گا، اور زکوۃ دینے والے کی زکوۃ بھی ادا ہوجائے گی۔ (تاتار خانیة: ۲۰۸/۳، فتاویٰ محمودیہ: ۵۰۵/۹)

(۲) فقیر سے کہا جائے کہ تم اپنے طور پر قرض لے کر فلاں ضرورت میں خرچ کردو، اور خرچ کے بعد فقیر کے قرض کی ادائیگی زکوۃ کی رقم سے کردی جائے، تو ایسی صورت میں بلاشبہ زکوۃ ادا ہوجائے گی۔ (الفتاوی الهندیة: ۱۸۸/۱)

(۳) مدرسہ کا جتنا ماہانہ خرچ بشمول مطبخ، تعلیم وتنخواہ مدرسین آتا ہو اس کو طلباء کی تعداد پر تقسیم کرکے جو حاصل آئے اتنی رقم ہر طالب علم پر بطورِ فیس مقرر کردی جائے اور ہر مہینے فیس کے بقدر رقم بطورِ وظیفہ طالب علم کو دے کر اس سے بطورِ فیس واپس لے لی جائے، تو فیس کی شکل میں جو رقم واپس آئے گی اس کو مدرسہ کی ہر طرح کی ضرورت میں خرچ کرنا جائز رہے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۱۵۰/۵، فتاویٰ محمودیہ: ۶۰۳/۹، محمود الفتاویٰ: ۴۷/۲)

مدرسہ کا مہتمم کس کا وکیل ہے؟

اصل میں مدرسہ کا مہتمم چندہ دہندگان کا وکیل ہے کہ وہ اس چندہ کی رقم کو مصارف میں خرچ کرے؛ لیکن بعض اکابر نے اسے بعض خاص مسائل میں من وجہ طلبائے مدرسہ کا بھی وکیل مانا ہے، اسی بنا پر مہتمم کے قبضہ میں آتے ہی معطیان کی زکوۃ کی ادائیگی کا قول کیا جاتا ہے۔ (مستفاد: تذکرۃ الرشید: ۱۶۴-۱۶۵، امداد الفتاویٰ: ۳۱۶/۳، فتاویٰ محمودیہ میرٹھ: ۲۷۵/۱۴-۲۷۶، الدر المختار: ۲۷۰/۲)

جس مدرسہ میں مصرفِ زکوۃ نہ ہو اس میں زکوۃ صرف کرنا:

جس مدرسہ یا مکتب میں فی الوقت زکوۃ کا مصرف موجود نہ ہو اس کے لیے زکوۃ کی رقم چندہ میں اکٹھا کرنا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۲۹۷/۱۴-۲۹۸)

رمضان المبارک میں زکوۃ ادا کرنے کا ثواب:

رمضان المبارک میں چونکہ ہر فرض عبادت کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے، اس لیے رمضان میں زکوۃ دینے میں ان شاء اللہ ستر گنا ثواب ملنے کی اُمید ہے؛ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ساری زکوۃ رمضان ہی میں نکال دی جائے اور غیر رمضان میں فقراء کی ضرورتوں کا خیال نہ رکھا جائے؛ بلکہ حسبِ ضرورت ومصلحت خرچ کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ (مستفاد: الترغیب والترهیب: ۵۷/۲، شعب الایمان: ۳۰۵/۳، مشکوۃ المصابیح: ۱۷۳، جامع الأحادیث: ۱۳۸/۹، رقم: ۲۷۶۲۷)

زکوۃ کی رقم چوری ہوگئی:

اگر زکوۃ کی رقم الگ کرکے رکھی ہوئی تھی اور وہ چوری ہوگئی یا کسی اور طرح ضائع ہوگئی، تو زکوۃ ادا نہیں ہوئی، دوبارہ ادا کی جائے؛ اس لیے کہ مصرف پر خرچ نہیں ہوئی، اور تملیک نہیں پائی گئی۔ (البحر الرائق: ۲۱۸/۲، تاتارخانیة: ۲۴۰/۳، هندیة: ۱۸۲/۱)

ہم اختصار کے پیشِ نظر اسی بحث پر اس رسالہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں، دیگر مسائل واحکام کی تفصیلات کے لیے مستند ومعتبر علمائے کرام سے رابطہ فرمائیں۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحفۂ اعتکاف

رمضان المبارک میں مشروع دین اسلام
کی ایک اہم عبادت ''اعتکاف'' کے مختصر احکام
ومسائل قرآن وسنت کی روشنی میں

مرتب

مولانا قاری محمد سلمان الخیر النعیمی قاسمی

استاذِ عربی دار العلوم وقف شاہ بہلول سہارنپور، یوپی، الہند

اعتکاف فضائل ومناقب اور احکام ومسائل

رمضان المبارک کی مشروع عبادتوں میں سے ایک اہم عبادت "اعتکاف" بھی ہے، جاننا چاہیے کہ اعتکاف کسے کہتے ہیں؟ ثواب کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔

اِعتکاف کی اَہمیت وفضیلت:

صحیح بات یہ ہے کہ رمضان المبارک کے متبرک ومسعود اوقات کی قدر اعتکاف کے بغیر کامل طور پر نہیں ہوسکتی، آدمی کتنا ہی شوقین ہو کسی کام میں مستقل رہنے کے باعث طبیعت میں فطری اُکتاہٹ پیدا ہو ہی جاتی ہے اور عبادت کا تسلسل موقوف ہو جاتا ہے؛ لیکن اعتکاف ایسی عبادت ہے کہ معتکف اگر مسجد میں خالی بھی بیٹھا رہے، پھر بھی عبادت گذاروں میں شمار ہوتا ہے اور معتکف کا کوئی لمحہ ضائع نہیں ہوتا اور مسجد میں بیٹھے بیٹھے اسے بے شمار اعمالِ صالحہ کا ثواب ملتا رہتا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں:

''معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اسے (ان) تمام نیکیوں کا (جنہیں وہ اعتکاف کے سبب انجام نہیں دے سکتا) اتنا ہی بدلہ عطا کیا جاتا ہے جتنا نیکیاں کرنے والے کو ملتا ہے''۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ۱/۱۸۳)

ایک دوسری روایت میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے:

مَنْ مَشٰى فِيْ حَاجَةِ أَخِيْهِ كَانَ خَيْرًا لَهُ مِنْ اِعْتِكَافِ عَشَرَ سِنِيْنَ، وَمَنِ اعْتَكَفَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ ثَلَاثَ خَنَادِقَ كُلُّ خَنْدَقٍ أَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ الْخَافِقَيْنِ. (المعجم الأوسط: ٢٧٩/٥، رقم: ٧٣٢٦، الترغيب والترهيب: ٩٢/٢، مجمع الزوائد: ١٩٢/٨، المتجر الرابح: ١٨٧)

''جو شخص اپنے بھائی کی کسی ضرورت کو پوری کرنے کے لیے چل کر جائے تو یہ عمل اس کے لیے دس سال کے (نفلی) اعتکاف سے زیادہ موجبِ اجر وثواب ہوگا، اور جو شخص اللہ رب العزت کی خوشنودی کی تلاش میں ایک دن کا اعتکاف کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین ایسی بڑی خندقیں حائل فرمادیتے ہیں جو دنیا جہان سے زیادہ چوڑی اور وسیع ہیں''۔

اِعتکاف کیا ہے؟

دنیوی کاروبار، معاشی اُلجھنوں اور ذاتی مصروفیات میں اُلجھ کر انسان اپنے مقصدِ تخلیق سے غافل ہوجاتا ہے، شیطانی اثرات اس کے دل ودماغ پر اس طرح چھاجاتے ہیں کہ اسے کچھ اور سوچنے اور غور وفکر کرنے کی سدھ ہی نہیں رہتی، رفتہ رفتہ یہ غفلت اتنی بڑھتی ہے کہ نماز کے لیے مسجد میں کچھ دیر کے لیے جانے اور روزہ، زکوۃ وغیرہ عبادتوں کی انجام دہی سے بھی وہ ختم نہیں ہوپاتی، نماز دنیوی خیالات میں گزرتی ہے اور روزہ لایعنی فضول باتوں کی نذر ہوجاتا ہے۔ یہ صورتِ حال زندہ دلانِ اُمت کے لیے سوہانِ روح اور عاشقانِ توحید کے لیے دردوکرب کا سامان بن جاتی ہے۔ مالک الملک کا شُکوہا جاہ وجلال جہاں اس کے دربار میں آپڑے رہنے سے مانع ہوتا ہے، وہیں اَرحم الراحمین کی رحمتِ بیکراں فکرمندوں کے لیے اُمید کے دِیے جلاتی ہے، اور بیم ورجاء کے عالم میں غفلت کی وادیوں میں چکر لگانے والا انسان اپنے حقیقی آقا کے دربار میں زبانِ حال سے یہ کہتے ہوئے فروکش ہوجاتے ہیں:

پھر جی میں ہے کہ در پہ اسی کے پڑا رہوں — سر زیرِ بارِ منت درباں کیے ہوئے

اسی جذبہ، اسی عشق، اسی اُمید اور منت شناسی کا نام ''اعتکاف'' ہے۔

رمضانُ المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف:

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اعتکاف کے سلسلہ میں روایات شاہد ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حکم ملنے کے بعد کبھی اس کا ناغہ نہیں فرمایا اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جس شخص نے رمضان المبارک کے دس دنوں کا اعتکاف کیا اس کو دو حج اور دو عمرہ کا ثواب عطا کیا جائے گا۔ (الترغيب والترهيب: ٩٦/٢)

دیکھئے! کتنی معمولی قربانی پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کس قدر عظیم نعمتوں کا وعدہ کیا جارہا ہے۔ آج کسی شخص کو اگر کسی لیڈر اور حکمراں کی کوٹھی پر چند دن رہنے کی اجازت مل جائے تو وہ اسے بہت ہی فخر کی چیز سمجھتا ہے اور جگہ جگہ اس کو عظیم عزت افزائی جان اِتراتا پھرتا ہے۔ تو اگر دنیا کے ان حکام کے دربار کی حاضری اور وہاں کا قیام موجبِ عزت ہے تو کیا مالک الملک، شہنشاہِ عالم کے در پر جاکے پڑے رہنا باعثِ عزت اور قابلِ فخر نہیں؟ پھر یہ دیکھیں کہ اس چند روزہ ماحول میں رہ ہماری طبیعت میں کتنی بشاشت اور روحانی فرحت پیدا ہوتی ہے اور کس طرح ایمان کی زیادتی محسوس طور پر معلوم ہوتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ اعتکاف سے ماہِ مبارک کا لطف دوبالا ہوجاتا ہے، اور اس کے ذریعہ شبِ

قدر میں عبادت کی سعادت یقینی طور پر حاصل ہو جاتی ہے۔

عام معاشرہ میں اعتکاف سے بے رغبتی:

ان تمام فوائد کے باوجود غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آج ہمارا عام معاشرہ اس عبادت سے محروم ہوتا جا رہا ہے، رمضان المبارک میں جماعت کی نمازوں اور تراویح وغیرہ کا تو ماشاء اللہ کچھ اہتمام ہو بھی جاتا ہے ؛لیکن سنتِ اعتکاف کی ادائیگی کی طرف رجحان بہت کم دکھائی دیتا ہے اور اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم عید کی تیاریوں میں اتنا وقت لگانا چاہتے ہیں کہ کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے اور یہ سمجھتے ہیں کہ اعتکاف کی وجہ سے سارے ارمان پورے نہ ہوسکیں گے ،تجارت پیشہ لوگ تو اعتکاف کا خیال بھی دل میں نہیں لاتے ،اس لیے کہ یہی ان کی سال بھر کی کمائی کا وقت ہے ،تو دنیا کی کمائی سے محرومی کا اتنا خیال ہے ؛مگر رمضان المبارک کے سیزن میں رحمتِ خداوندی کے حصول میں جو کمی رہ جاتی ہے اس کا کوئی احساس نہیں ؟ ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ سب لوگ ایک ساتھ اعتکاف کرلیں ؛ بلکہ مقصود یہ ہے کہ ہر گھرانے والے اس طرح کا نظام بنائیں کہ ان کے گھر کا ایک فرد اعتکاف کیا کرے اگر تین بھائی ہیں تو ایک اعتکاف کرے اور بقیہ بھائی اس کی خبر گیری کریں ،اگر دوکان پر کئی لوگ بیٹھنے والے ہیں تو ایک آدمی کو ہر سال اعتکاف کے لیے متعین کردیں ،ان شاء اللہ تعالیٰ اس طریقہ سے اس عبادت کی قدر پیدا ہوگی اور اس کے اثرات پورے گھرانے میں محسوس کیے جائیں گے ،خاص کر نوجوانوں کو اس عبادت کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے ،اعتکاف ان کے لیے ماہِ مبارک میں بے شمار گناہوں سے محفوظ رہنے کا ذریعہ بنے گا ،اور ان کو دینی تربیت کا موقع میسر آئے گا ،عشرۂ اخیرہ سے پہلے مساجد

میں اعتکاف کے لیے باقاعدہ تشکیل ہونی چاہیے تاکہ اس عظیم عبادت کی طرف عمومی رجحان ہو اور مسجدیں اعتکاف کرنے والوں سے معمور ہو جائیں ۔اللہ رب العزت ہمیں خصوصی توفیق مرحمت فرمائے ،آمین ۔

اعتکاف کے احکام و مسائل:

ذیل میں اعتکاف سے متعلق چند اہم مسائل ذکر کیے جاتے ہیں :

مسنون اعتکاف:

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں مردوں کے لیے مسجدِ جماعت میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔

(مراقی الفلاح علی الطحطاوي:۳۸۲،ھدایة:۱/۲۲۹،ھندیة:۱/۲۱۱،الدر المختار مع الرد:۳/۴۳۰)

ہر آبادی میں اعتکاف:

ہر آبادی میں کم از کم کسی ایک شخص کا اعتکاف کرنا سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے ،اگر کسی ایک شخص نے بھی یہ سنت ادا نہیں کی تو پوری آبادی والے تارکِ سنت ہوں گے ،اور اگر آبادی کی کسی بھی مسجد میں ایک شخص بھی اعتکاف کرلے گا تو ساری بستی والوں کی طرف سے سنت کی ادائیگی ہو جائے گی ؛لیکن بہتر یہ ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف کا اہتمام کیا جائے ،کیوں کہ بعض علماء نے ہر محلّہ والوں کے لیے اعتکاف کو سنت قرار دیا ہے۔

(مجمع الانھر :۱/۳۷۶،ردالمحتار :۳/۴۳۰،احسن الفتاویٰ :۴/۴۹۸)

واجب اعتکاف:

اعتکاف کی عبادت اصلاً سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے ؛لیکن درج ذیل تین

صورتوں میں حتمی طور پر اس کا وجوب ہو جاتا ہے:

(۱) کوئی شخص زبان سے یہ کہہ دے کہ اللہ کے لیے میرے اوپر مثلاً اتنے دن کا اعتکاف لازم ہے۔

(۲) یا یہ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں اتنے دن اعتکاف کروں گا، تو اس کام کے ہونے پر اس پر اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔

(۳) جو مسنون اعتکاف نیت کر کے شروع کر دیا گیا ہو، تو شروع کرنے سے وہ واجب ہو جاتا ہے اور اسے پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔(خانية :۱/۲۲۱، الدر المختار :۳/۴۳۰، بدائع الصنائع:۲/۲۷۳، هندية:۱/ ۲۱۱، البحر الرائق:۲/۲۹۹، تاتار خانية :۳/۴۴۲)

واجب اور مسنون اعتکاف کے صحیح ہونے کی شرائط:

واجب اور مسنون اعتکاف اسی وقت صحیح اور معتبر ہوگا جب کہ اس میں درج ذیل شرائط پائی جائیں:

(۱) مسلمان ہونا (لہٰذا کافر کا اعتکاف معتبر نہیں)

(۲) عاقل و بالغ ہونا (لہٰذا پاگل اور بچہ کا اعتکاف معتبر نہیں)

(۳) نیت ہونا (لہٰذا بلا نیت مسجد میں ٹھہرنا اعتکاف نہیں کہلائے گا)

(۴) مرد کا ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا جس میں پنجوقتہ نماز باجماعت کے لیے امام و مؤذن باقاعدہ موجود ہوں (لہٰذا ویران مسجد میں تنہا اعتکاف معتبر نہ ہوگا)

(۵) معتکف کا روزہ دار ہونا (لہٰذا بغیر روزہ کے واجب اور مسنون اعتکاف معتبر نہ سمجھا جائے گا)

(۶) معتکف کا جنابت اور حیض و نفاس سے پاک ہونا (لہٰذا حدثِ اکبر کے ساتھ مسجد میں اعتکاف کرنا ہرگز درست نہ ہوگا)۔(هندية:۱/۲۱۱، مراقي الفلاح:۳۸۱۔۳۸۲، البحر الرائق:۲/۳۹۹، تبيين الحقائق:۲/۲۲۲، الدر المختار :۳/۴۲۹)

معتکف کے لیے کن اعذار کی بنا پر مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے؟

معتکف درج ذیل تین طرح کے اعذار کی بنا پر مسجد سے باہر جا سکتا ہے:

(۱) طبعی ضرورت: مثلاً بول و براز (پیشاب، پاخانہ) وغیرہ۔

(۲) شرعی ضرورت: مثلاً اس کی مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہو، تو دوسری مسجد میں جمعہ پڑھنے کے لیے جانا۔

(۳) اضطراری ضرورت: مثلاً مسجد منہدم ہو جانا، یا کسی ظالم کا معتکف کو مسجد سے زبردستی نکال دینا وغیرہ (استحساناً)۔(الدر المختار مع الرد:۳/۳۸۶، هندية:۱/۲۱۲)

معتکف کا قضائے حاجت کے لیے آتے جاتے سلام کلام کرنا:

اگر معتکف قضائے حاجت یا شرعی ضرورت کے لیے مسجد سے باہر جائے تو آتے جاتے چلتے ہوئے کسی سے سلام کلام کرنے سے اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا؛ البتہ اگر کھڑے کھڑے ٹھہر کر باتیں کرنے لگا، تو امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔(البحر الرائق:۲/۳۰۲)

کیا معتکف بیڑی پینے کے لیے باہر جا سکتا ہے؟

بیڑی وغیرہ پینے کا عادی شخص استنجاء وغیرہ کے لیے مسجد سے باہر نکلتے وقت اس ضرورت کو پورا کر لے، خاص اسی ضرورت سے مسجد سے باہر نہ جائے، الا یہ کہ اضطراری

حالت ہو۔(فتاویٰ رشیدیہ: ۴۶۱،فتاویٰ رحیمیہ: ۲۰۲/۵،فتاویٰ محمودیہ: ۳۱۶/۱۵)

معتکف کا بدن کی صفائی یا ٹھنڈک کے لیے غسل کرنا:

اگر مسجد شرعی کی حد میں رہتے ہوئے غسل کا ایسا انتظام ہو کہ مسجد غسل کے پانی سے ملوث نہ ہو تو معتکف کے لیے مسجد میں ہر طرح کا غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے،اور اگر مسجد میں غسل کا ایسا انتظام نہ ہو تو واجب غسل کے لیے مسجد سے باہر نکلنا بالاتفاق جائز ہے؛البتہ غیر واجب غسل مثلاً بدن کی صفائی یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے اگر مسجد سے باہر جائے گا تو امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔(تاہم اگر بول وبراز کی ضرورت کے لیے مسجد سے باہر نکلا اور وہیں بہ عجلت بدن پر پانی بہالیا تو اعتکاف میں کوئی فرق نہیں آئے گا)۔(رد المحتار: ۳/ ۴۳۵،بدائع الصنائع: ۲۸۷/۲،حاشیة الشلبي علی التبیین: ۲۲۹/۲،تاتار خانیة: ۳/ ۴۴۵، طحطاوی: ۳۸۴،ھندیة: ۲۱۳/۱،فتاویٰ محمودیہ: ۲۷۷/۱۵، کتاب المسائل: ۱۸۷/۲)

نــــوٹ: اور صاحبینؒ کے نزدیک چونکہ کچھ دیر کے واسطے مسجد سے باہر نکلنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، بریں بنا جو شخص روزانہ غسل کا عادی ہو کہ اسے غسل کے بغیر چین ہی نہ آتا ہو اور گویا غسل اس کی ضرورتِ طبعی بن گیا ہو، تو اس کے لیے صاحبینؒ کے قول پر عمل کی گنجائش ہونی چاہیے۔(کتاب المسائل: ۱۸۷/۲)

جمعہ کے غسل مسنون کے لیے مسجد سے باہر جانا:

اس مسئلہ میں عام فیصلہ تو وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا؛لیکن بعض فقہی عبارتوں سے جمعہ کے غسل کے لیے معتکف کو مسجد سے باہر نکلنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے،اس لیے ضرورت اور تقاضے کے وقت اس روایت پر عمل کی گنجائش ہے۔(تاتارخانیة: ۴۴۶/۳،احسن الفتاویٰ: ۵۰۲/۴)

اعتکاف کی حالت میں احتلام ہو جانا:

اگر معتکف کو احتلام کی صورت پیش آجائے تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا؛ تاہم اسے چاہیے کہ فوراً مسجد سے باہر جاکر طہارت حاصل کرلے۔(بدائع الصنائع: ۲۸۷/۲،فتح القدیر: ۳۹۶/۲،البنایة: ۱۳۳/۴،ھندیة: ۲۱۳/۱)

معتکف کا ڈاکٹر کو دکھانے کے لیے جانا:

اگر معتکف شخص بیمار ہو اور اسے مسجد سے باہر جاکر ڈاکٹر کو دکھانے کی ضرورت ہو تو امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک اس مقصد سے مسجد سے باہر جانے سے اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا؛لیکن عذر کی بنا پر گناہ نہ ہوگا۔(ھندیة: ۲۱۲/۱،رد المحتار: ۴۳۸/۳،تاتار خانیة: ۴۴۶/۳)

معتکف کا مسجد میں موبائل پر بات کرنا:

معتکف جس طرح آمنے سامنے کسی سے ضروری بات کرسکتا ہے،اسی طرح موبائل پر بھی ضروری بات چیت اس کے لیے مباح ہے؛البتہ بلاوجہ اور بے ضرورت دنیوی گفتگو سے بہرحال احتیاط کرنی چاہیے۔(الدر المختار: ۴۴۱/۳،تاتارخانیة: ۳/ ۴۴۸، البحر الرائق: ۳۰۴/۲،فتح القدیر: ۳۹۸/۲،ھندیة: ۲۱۲/۱)

حیض ونفاس مفسدِ اعتکاف ہے:

حائضہ عورت بحالتِ ناپاکی اعتکاف نہیں کرسکتی،اور اگر دورانِ اعتکاف حیض یا نفاس شروع ہوگیا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

(رد المحتار: ۴۳۰/۳،البحر الرائق: ۲۹۹/۲،ھندیة: ۲۱۱/۱،بدائع الصنائع: ۲۷۴/۲،مراقی الفلاح: ۳۸۲)

مسنون اعتکاف ٹوٹ جائے تو اس کی قضاء کیا ہے؟

اگر رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف کسی وجہ سے فاسد ہو جائے تو جس روز اعتکاف ٹوٹا ہے اسی ایک دن کی قضا بعد میں لازم ہوگی؛ تاہم بہتر یہ ہے کہ پورے عشرہ کے اعتکاف کی قضاء روزوں سمیت رمضان المبارک کے بعد کسی وقت کر لے۔(رد المحتار:۳/۴۳۴،فتح القدیر:۲/۳۹۳،تاتار خانیة:۳/۴۴۷،فتاویٰ محمودیه:۱۵/۲۵۸)

نفلی اعتکاف:

نفلی اعتکاف کے لیے وہ شرائط نہیں ہیں جو مسنون اور واجب (نذر) اعتکاف کے لیے ہیں؛ لہٰذا نفلی اعتکاف تھوڑی دیر کے لیے بھی ہو سکتا ہے، پھر جب بھی ضرورت یا بلاضرورت مسجد سے باہر نکلے گا تو نفلی اعتکاف کا تسلسل ختم ہو جائے گا۔ اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص بھی مسجد میں کسی عبادت کے ارادہ سے داخل ہو اسے یہ نیت کر لینی چاہیے کہ میں جب تک مسجد میں رہوں گا معتکف رہوں گا، اس صورت میں اس کا مسجد میں جب تک بھی قیام ہوگا، وہ نفلی معتکف شمار ہوگا۔(الدر المختار:۳/۴۳۴،تنویر الابصار:۳/۴۳۳،مرقاة المفاتیح:۴/۵۲۳)

نــــوٹ: بہت سے عوام لاعلمی کی وجہ سے مسجد میں داخل ہوتے ہوئے نفلی اعتکاف کے بجائے سنت اعتکاف کی نیت کرتے ہیں، یہ غلط ہے، سنت اعتکاف تو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا ہے۔(محمد سلمان الخیر نعیمی غفرلہٗ)

عورت کا اعتکاف:

عورت اگر اعتکاف کرنا چاہے تو وہ اپنے گھر کے کسی کمرہ کو جائے اعتکاف بنا سکتی

ہے، وہ کمرہ اس کے لیے مسجد کا حکم رکھے گا، یعنی اس کمرے سے بلاضرورت باہر نہ آئے۔

(عالمگیری:۱/۲۱۱،خانیة:۱/۲۲۱،مراقی الفلاح:۳۸۳،تبیین الحقائق:۲/۲۲۵)

اعتکاف کرنے والی عورت کا گھر کے صحن میں آنا:

اعتکاف کرنے والی عورت اگر اپنے معتکف کمرے سے نکل کر بلاضرورتِ معتبرہ گھر کے صحن میں آئے گی تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔(رد المحتار:۳/۳۸۷،هندیة:۱/۲۱۲)

عورت کا اپنے معتکف میں رہتے ہوئے گھر کے کام کرنا:

عورت اگر اپنے معتکف کمرے میں بیٹھے بیٹھے گھر کا کوئی ضروری کام مثلاً سبزی وغیرہ کاٹے یا کپڑا وغیرہ سی لے یا کھانا بنا لے، تو اس سے اس کا اعتکاف نہیں ٹوٹے گا؛ لیکن بہتر یہی ہے کہ معتکفہ عورت زیادہ وقت عبادت ہی میں گذارے اور گھریلو کام میں بلاضرورت مشغول نہ ہو۔(مستفاد:تبیین الحقائق:۲/۲۲۹،فتاویٰ محمودیه:۱۵/۳۳۴)

ہم اختصار کے پیش نظر اس رسالہ کو اس مسئلہ پر ختم کرتے ہیں، بقیہ مسائل مبتلا بہ شخص کسی معتبر عالم دین سے معلوم کر لے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحفۂ شبِ قدر

شبِ قدر کے مختصر احکام ومسائل قرآن وسنت
اور آثارِ سلف واقوالِ خلف کی روشنی میں

مرتب

مولانا قاری محمد سلمان الخیر النعیمی قاسمی
استاذِ عربی دار العلوم وقف شاہ بہلول سہارنپور، یوپی، الہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شبِ قدر کے فضائل ومناقب

اللہ عزوجل نے اُمتِ محمدیہ پر جو خصوصی نوازشات اور انعامات فرمائے ہیں، ان میں سے ایک شبِ قدر بھی ہے، یہ بابرکت اور بے شمار خیر وخوبیوں سے معمور رات صرف اُمتِ محمدیہ ہی کو عطا ہوئی ہے، اس رات کی اہمیت اور قدر کو بتلانے کے لیے یہ بتلا دینا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس رات کے فضائل وبرکات اور انوارات کو بیان کرنے کے لیے ایک مستقل سورۃ ''**سورۃُ القدر**'' کے نام سے اپنی کتابِ مبارک، کلامِ مقدس (قرآن مجید) میں نازل کی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے اس رات کے خصائص کا خود تذکرہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ ابھی آگے ذکر کیا جاتا ہے۔

شبِ قدر کا معنی ومفہوم:

(۱) حضرت امام زہری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ''قدر'' کے معنی مرتبہ کے ہیں، چونکہ یہ رات باقی راتوں کے مقابلے میں شرف ومرتبہ کے لحاظ سے بلند ہے، اس لیے اسے لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ چونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سال کی تقدیر وفیصلے کا قلمدان فرشتوں کو سونپا جاتا ہے، اس وجہ سے یہ لیلۃ القدر کہلاتی ہے۔

(۳) اس رات کو قدر کے نام سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ:

''اس رات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قابلِ قدر کتاب، قابلِ قدر اُمت کے لیے صاحبِ قدر رسول کی معرفت نازل فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ اس سورت میں لفظ قدر تین دفعہ آیا ہے''۔(التفسیر الکبیر:۲۸/۲۳)

شبِ قدر اُمتِ محمدیہ (ﷺ) کی خصوصیت:

لیلۃ القدر فقط نبیٔ اکرم ﷺ کی اُمت کی خصوصیت ہے، امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یہ مقدس رات اللہ تعالیٰ نے فقط میری اُمت کو عطا فرمائی ہے، سابقہ اُمتوں میں سے یہ شرف کسی کو بھی نہیں ملا''۔(الدر المنثور:۳۷۱/۶)

پہلی اُمتوں میں عابد کسے کہا جاتا تھا؟

مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ پہلی اُمتوں میں عابد اسے قرار دیا جاتا تھا جو ہزار ماہ تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا؛ لیکن نبیٔ اکرم ﷺ کے صدقہ وطفیل میں اس اُمت کو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ وہ ایک رات کی عبادت سے اس سے بہتر مقام حاصل کر لیتی ہے۔

قاضی شوکانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''سابقہ اُمتوں کا عابد وہ شخص ہوتا جو ایک ہزار ماہ تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا؛ لیکن اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے افراد کو یہ شبِ قدر عطا کر دی جس کی عبادت اس ہزار ماہ سے بہتر قرار دی گئی''۔(فتح القدیر:۴۷۲/۵)

گویا یہ نعمتِ عظمیٰ بھی سرورِ دوعالم ﷺ کی غلامی کے صدقہ میں اُمت کو نصیب ہوئی ہے۔

شبِ قدر کی عظمت واہمیت:

اہل اللہ ومشائخ کرام علیہم الرحمہ فرماتے ہیں:

یوں تو سارے سال کی ہر رات قابلِ قدر ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا. قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی صفات بیان کرتے ہیں، ان میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ ہمارے بندے ایسے ہیں کہ وہ ہر رات کی قدر کرتے ہیں اور راتوں کو عبادت میں گزار دیتے ہیں، کبھی سجدہ کرتے ہیں، کبھی قیام کرتے ہیں، وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ، ہمارے خاص بندے ایسے ہیں کہ ان کو ہماری راتوں کی بڑی قدر ہوتی ہے اور راتوں کو ہماری عبادت میں گزار دیتے ہیں، وہ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ کب رات ہو، ہم یار سے گفتگو شروع کر دیں اپنے مولائے حقیقی سے ہم کلام ہونا شروع کر دیں، اس انتظار میں رہتے ہیں، چونکہ انہیں راتوں کی قدر ہوتی ہے اور ایسے لوگوں کے لیے ''ہر شب، شبِ قدر است گر قدر بدانی'' فرماتے ہیں کہ ہر رات قدر کی رات ہے، شبِ قدر ہے، اگر تو اس کی قدر جانے؛ لیکن افسوس ہمیں قدر نہیں ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے سارے سال میں سے رمضان شریف کا مہینہ بڑا بابرکت، بڑی خیر کا مہینہ، گناہوں کی بخشش کا مہینہ، رحمتوں کا مہینہ، جہنم سے بری کرنے کا مہینہ چن لیا ہے، اس کی ساری راتیں بابرکت ہوتی ہیں، پہلی رات سے ہی آواز آنی شروع ہوجاتی ہے، فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آوازیں لگانی شروع کر دیتے ہیں، هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَأَغْفِرُ لَهُ، ہے کوئی گناہوں کی معافی مانگنے والا میں اس کے گناہ معاف کروں، یہ عمومی اعلان ہوتا ہے، سوچنے کی بات ہے کہ کیوں اعلان ہو رہا ہے؟ عام اعلان، جس کا دل چاہے، اپنے گناہ بخشوا لے

هَلْ مِنْ مُّسْتَرْزِقٍ فَارْزُقَهُ، ہے کوئی رزق مانگنے والا میں اس کو رزق دوں، اعلان کر رہے ہیں، کیوں کر رہے ہیں، وہ ذات اعلان کر رہی ہے جس کے خزانے میں کمی کوئی نہیں، جب سے مخلوق بنی ہے، آج تک وہ رزق دیتے آئے ہیں، ان کے خزانے میں کوئی کمی آئی؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں، اور ہم انسانوں کو نہیں درندوں کو چرندوں کو، پرندوں کو، فضا کے جانوروں کو، سمندروں کے جانوروں کو ہر ایک کو، اور آپ جانتے ہیں جیسے کہ ان کے خزانے میں کوئی کمی نہیں، ان کا اعلان ہو رہا ہے هَلْ مِنْ مُّبْتَلاً فَهُوَ عَافِيهِ، ہے کوئی مصیبت میں گرفتار مبتلا، میں اس کی مصیبت دور کروں یہ عام اعلان ہے، یہ اعلان ختم ہوتا ہے اور دوسرا اعلان شروع ہو جاتا ہے، يَابَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ يَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ، اے نیکی کے تلاش کرنے والے! آگے بڑھ، ترقی کر، اللہ تعالیٰ سے قریب ہونے کے لیے کوشش کر، عبادت بڑھادے، قرآن کی تلاوت بڑھادے، ذکر بڑھادے، دعائیں بڑھادے، یہ بڑا نیکی کا، خیر کا زمانہ آگیا ہے، جلدی کر کہیں یہ سنہرا موقع ہاتھ سے نہ نکل جائے، یہ اعلانات اگرچہ تمام راتوں میں ہوتے ہیں؛ لیکن بالخصوص رمضان المبارک اور پھر اس کا بھی آخری عشرہ، پورے رمضان کا نچوڑ ہے، یہ وہی عشرہ ہے کہ جس میں شبِ قدر کو تلاش کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ انتہائی درجہ سعادت کی بات ہوگی اگر ہم اس رات کو پالیں، اور اس میں آخرت کی کچھ کمائی کرلیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس قابلِ قدر رات کو تلاش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین.

شبِ قدر قرآن کریم کی روشنی میں:

شبِ قدر کی عظمت ورفعت پر قرآن کریم میں با قاعدہ ایک سورۃ موجود ہے، اللہ

تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ. وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ. لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ. تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ، هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ. (سورۃ القدر: پ: ۳۰)

”بلاشبہ ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں نازل کیا اور تمہیں کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں روح الامین (حضرت جبریل علیہ السلام) اور فرشتے (ملائکۂ رحمت) ہر کام کے (نفاذ وانتظام کے) لیے اپنے پروردگار کے حکم سے اُترتے ہیں یہ (رات) امن وسلامتی کی رات ہے، (اس رات کی خیر وبرکت شام سے) طلوعِ صبح صادق تک جاری رہتی ہے“۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مقدس کو لوحِ محفوظ سے یکبارگی لیلۃ القدر میں آسمانِ دنیا پر اُتارا ہے، اور اس رات کی برکت کا حال یہ ہے کہ اس رات میں اگر کسی کو عبادت اور نیکی کرنا نصیب ہوجائے، تو ایسا سمجھا جائے گا، گویا ہزار مہینہ تک نیکی کرتا رہا؛ بلکہ اس سے بھی زائد۔ اور اس رات میں حضرت جبریل امین علیہ السلام بے شمار فرشتوں کے ہجوم میں آسمانوں سے زمین پر اُترتے ہیں، تاکہ عظیم الشان خیر وبرکت سے زمین والوں کو مستفیض کریں۔

سال میں نو (۹) راتیں ایسی ہیں کہ جن میں عبادت کرنے کی بڑی فضیلتیں نصوص سے ثابت ہیں: (۱) شبِ قدر (۲) شبِ براءت (۳) شبِ منیٰ یعنی گیارہ ذی الحجہ کی رات (۴) شبِ منیٰ یعنی بارہ ذی الحجہ کی رات (۵) شبِ عید الفطر (۶) شبِ عید الاضحیٰ (۷) شبِ یوم عرفہ (۸) شبِ یوم النحر، جو مزدلفہ میں گذاری جاتی ہے (۹) شبِ جمعہ جو ہر ہفتہ ایک مرتبہ آتی ہے

۔ان راتوں میں عبادت کی بڑی فضیلتیں ہیں،ہمیں ان نورانی راتوں میں سے شبِ قدر کے متعلق کچھ باتیں عرض کرنی ہیں۔

اورعلامہ محمود آلوسی بغدادی علیہ الرحمہ نے اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر "روحُ المعاني في تفسير القرآن الكريم والسبع المثاني" میں دو کا مزید اضافہ کیا ہے:

(۱) شبِ ولادتِ رسول ﷺ (۲) شبِ لیلۃ المعراج۔(روحُ المعاني:۱۶/ ۳۴۸)

مگران دونوں کے بارے میں کوئی حدیث نہیں مل سکی۔(أنوارِ رسالت:۱۵۱)

شبِ قدر کی فضیلت اور سورۂ قدر کا نزول:

شبِ قدر رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات ہے،جو ماہِ مبارک کے آخری عشرہ میں لاعلی التعیین کوئی رات ہے،جو بہت ہی خیر وبرکت کی رات ہے۔قرآن وحدیث کے اندر اس رات کی عبادت کو ہزار مہینے کی عبادت سے بھی بہتر اور افضل بتلایا ہے،اور ایک ہزار مہینے کے تراسی (۸۳) سال اور چار (۴) مہینے ہوتے ہیں،تواگر کوئی خوش قسمت اس رات میں عبادت کرتا ہے،تواس کو تراسی سال چار مہینے تک عبادت کرنے سے بھی زیادہ ثواب اور فضیلت حاصل ہوگی۔

حضرت امام قرطبی،جلال الدین سیوطی اور علامہ آلوسی بغدادی علیہم الرحمہ نے سورۂ قدر کے شانِ نزول کے بارے میں مختلف روایات نقل فرمائی ہیں،ان میں حضرت علی بن عروہ بن زبیرؓ سے ایک روایت یہ نقل فرمائی ہے کہ سید الکونین ﷺ نے بنی اسرائیل کے چار انبیاء کا ذکر فرمایا:(۱) حضرت ایوب علیہ السلام (۲) حضرت زکریا علیہ السلام (۳) حضرت حزقیل بن عجوز علیہ السلام (۴) حضرت یوشع بن نون علیہ السلام،کہ ان میں سے ہر ایک نے اسّی اسّی

سال تک اللہ کی عبادت کی،اور کبھی آنکھ جھپکنے کے برابر بھی کوئی گناہ نہیں کیا،تو صحابہؓ نے ان لوگوں کی عبادت سن کر بہت تعجب کیا،تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ پر یہ احسان فرمایا کہ تم میں سے کوئی اگر شبِ قدر کی ایک رات میں عبادت کرے گا،تو وہ عبادت ان کی اسّی اسّی سال کی عبادت سے بھی زیادہ فضیلت کا باعث ہوگی۔(أحكام القرآن للقرطبي:۲۰/ ۹۰، الدر المنثور:۶/ ۶۲۹،روح المعاني:۱۶/ ۳۴۵)

اور امام قرطبی علیہ الرحمہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بھی نقل فرمایا ہے کہ نبیِ اکرم ﷺ نے بنی اسرائیل کے ایک مجاہد کا تذکرہ فرمایا،جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک ہزار مہینے تک مسلح ہوکر جہاد کیا تھا،اور کبھی ہتھیار نہیں اُتارا،اس پر مسلمانوں (حضراتِ صحابہؓ) کو بہت تعجب ہوا،اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ قدر نازل فرما کر بتادیا کہ اگر شبِ قدر میں عبادت کروگے،تو وہ ہزار مہینے کی عبادت سے بھی زیادہ فضیلت کا باعث ہوگی۔(أحكام القرآن للقرطبي:۲۰/ ۸۹،السنن الكبرىٰ للبيهقي:۶/ ۴۰۰،رقم:۸۶۰۷،شعب الايمان:۳/ ۳۲۳،رقم:۳۶۶۸)

شبِ قدر کی عبادت کا مقام حضرت سلیمانؑ اور ذوالقرنینؑ کی سلطنت سے بھی اونچا:

حضرت امام قرطبی علیہ الرحمہ نے حضرت امام ابوبکر ورّاق علیہ الرحمہ کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے،کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت اور حکومت پانچ سو (۵۰۰) مہینہ رہی اور پانچ سو مہینہ میں ۴۱ رسال ۸ر مہینہ ہوتے ہیں۔یہ حضرت سلیمانؑ کی حکومت کی مدت رہی،جس حکومت میں تمام انسان اور جنات پر بھی حضرت سلیمانؑ کی سلطنت رہی تھی۔اور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی حکومت کی مدت بھی پانچ سو مہینہ تک رہی ہے،دونوں کی حکومتیں پوری

دنیا میں رہی، مگر فرق صرف اتنا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت روئے زمین کی تقریباً ہر مخلوق پر رہی ہے، حتی کہ ہواؤں پر بھی۔ اور حضرت ذوالقرنینؑ کی حکومت صرف انسانوں پر رہی ہے، دیگر مخلوق پر ان کی حکومت نہیں چلی، تو معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت ۴۱ر سال ۸ر مہینہ۔ اور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی حکومت بھی ۴۱ر سال ۸ر مہینہ تک چلتی رہی ہے اور کل ملا کر ایک ہزار مہینہ یعنی ۸۳ر سال ۴ر مہینہ تک دونوں کی حکومت کی مدت رہی، تو فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس رات (شبِ قدر) میں جو شخص عبادت کرے گا، اس کی ایک رات کی عبادت کو سلطنتِ سلیمانی اور سلطنتِ ذوالقرنینی کے مقام سے بھی بلند وبالا اور بہتر وافضل قرار دیا ہے۔ (التفسیر لأحکام القرآن للقرطبي: ۸۹/۲۰)

قرآن کریم ہی میں ایک دوسری جگہ سورۂ دُخان میں ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. (الدخان: ۳، پارہ: ۲۵)

ترجمہ: ہم نے اس (قرآن کریم) کو (لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر) ایک برکت والی رات (یعنی شبِ قدر) میں اُتارا ہے، (کیونکہ) ہم (بوجہ شفقت کے اپنے ارادہ میں اپنے بندوں کو) آگاہ کرنے والے تھے، اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے حکم (صادر) ہو کر طے کیا جاتا ہے، ہم بوجہ رحمت کے جو آپ کے رب کی طرف سے ہوتی ہے، آپ کو پیغمبر بنانے والے تھے، بیشک وہ بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے۔

لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ کی تفسیر:

مفتیٔ اعظم ہند و پاک حضرت مولانا مفتی محمد شفیع علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جمہور مفسرین کے نزدیک لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ سے مراد شبِ قدر ہے، جو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے، اس رات کو مبارک فرمانا اس لیے ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر بے شمار خیرات وبرکات نازل ہوتی ہیں اور قرآن کریم کا شب قدر میں نازل ہونا قرآن کی سورۂ قدر میں تصریح کے ساتھ آیا ہے، اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، اس سے ظاہر ہوا کہ یہاں بھی لیلۂ مبارکہ سے مراد شبِ قدر ہی ہے۔ اور ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے یہ بھی منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں ابتداءِ دنیا سے آخر تک اپنے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمائی ہیں وہ سب کی سب ماہِ رمضان المبارک ہی کی مختلف تاریخوں میں نازل ہوئی ہیں، حضرت قتادہ علیہ الرحمہ نے بروایت حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صحفِ ابراہیم علیہ السلام رمضان کی پہلی تاریخ میں اور تورات رمضان کی چھٹی تاریخ میں، زبور بارہویں میں، انجیل اٹھارویں میں، اور قرآن چوبیس تاریخ گزرنے کے بعد یعنی پچیسویں شب میں نازل ہوا۔ (تفسیر القرطبي)

قرآن کے شبِ قدر میں نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوحِ محفوظ سے پورا قرآن سماءِ دنیا پر اسی رات میں نازل کر دیا گیا تھا، پھر تیئیس (۲۳) سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوتا رہا۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ہر سال میں جتنا قرآن نازل ہونا مقدر ہوتا تھا اتنا ہی شبِ قدر میں لوحِ محفوظ سے سماءِ دنیا پر نازل کر دیا جاتا تھا۔ (تفسیر القرطبي)

اور بعض مفسرین عکرمہؒ وغیرہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اس آیت میں لیلۂ مبارکہ سے مراد شبِ براءت یعنی نصف شعبان کی رات قرار دی ہے؛ مگر اس رات میں نزولِ قرآن دوسری تمام نصوصِ قرآن اور روایاتِ حدیث کے خلاف ہے، شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ اور اِنَّا

اَنْـزَلْـنٰـهُ فِـىْ لَيْـلَةِ الْقَدْرِ. جیسی کھلی نصوص کے ہوتے ہوئے بغیر کسی قوی دلیل کے نہیں کہا جاسکتا کہ نزولِ قرآن شبِ براءت میں ہوا۔(معارف القرآن:......)

شبِ قدر احادیثِ طیبہ کی روشنی میں:

شبِ قدر میں اگر کسی کو عبادت کی توفیق ہوگئی ہے، وہ انتہائی خوش نصیب آدمی ہے۔

حدیث کی اکثر کتابوں میں اس کی حیرت انگیز فضیلت وارد ہوئی ہے، اور اس رات میں عبادت کی وجہ سے گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے، جیسا کہ معصوم بچہ پیدائش کے دن ہر طرح کے گناہوں سے پاک ہوتا ہے اور جو شخص لیلۃ القدر میں عبادت سے محروم ہوجاتا ہے، گویا کہ وہ ہر طرح کی خیر سے محروم ہوجاتا ہے، چنانچہ سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص ایمان کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ثواب کی اُمید رکھتے ہوئے رمضان المبارک کا روزہ رکھتا ہے اور اس کی راتوں میں اُٹھ کر عبادت کرتا ہے، تو اس کے ماقبل کے سارے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں، اور جو شخص ایمان کی حالت میں اللہ سے ثواب کی اُمید رکھتے ہوئے لیلۃ القدر میں عبادت کے لیے کھڑا ہوجاتا ہے، تو اس کے ماقبل کے سارے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں"۔(سنن الترمذي:۱/۱۴۷، صحيح البخاري:۱/۲۵۵، صحيح المسلم:۱/۲۵۹، سنن أبي داوٗد:۱/۱۹۴، سنن النسائي:۱/۲۳۸)

اور امام نسائی علیہ الرحمہ نے اپنی سنن میں ایک دوسری روایت ذرا تفصیل سے نقل کی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کا روزہ مسلمانوں پر فرض فرمایا ہے، اور رمضان میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، اور جہنم کے دروازے بند کردیے

جاتے ہیں، اور رمضان المبارک کے مہینہ میں اللہ کی ایک ایسی رات ہے، جس میں عبادت کرنے سے ہزار مہینہ کی عبادت سے زیادہ فضیلت اور اونچا مقام حاصل ہوتا ہے، اور جو شخص اس رات کی خیر و برکت سے محروم ہوجاتا ہے، وہ ہر قسم کی بھلائی سے محروم ہوجاتا ہے۔

(سنن النسائي:۱/۲۳۰ جديد، رقم:۲۱۰۸)

اور ایک روایت حضرت امام ابن ماجہ قزوینی علیہ الرحمہ نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، جس میں حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ (جب) رمضان المبارک کا مہینہ آگیا تو نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بے شک یہ مہینہ یقیناً تمہارے سامنے آگیا ہے، اور اس میں ایک رات ایسی ہے کہ جو ہزار مہینہ سے بہتر ہے، جو شخص اس رات کی خیر و برکت سے محروم ہوجاتا ہے، تو یقیناً وہ ہر قسم کی خیر و برکت سے محروم ہوجاتا ہے، اور اس کی خیر و برکت سے محروم نہیں ہوتا ہے، مگر محروم القسمت شخص۔(کہ جو ہو ہی حقیقت میں محروم)۔(سنن ابن ماجه:۱/۱۱۹، رقم:۱۶۴۴)

شبِ قدر کو رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں تلاش کیا جائے:

رمضانُ المبارک کا پورا مہینہ ہی آخرت کی دولت کمانے کا مہینہ ہے، پھر اس مہینہ کا آخری عشرہ تو (فضائل و مناقب کے اعتبار سے) اور بھی زیادہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگنے کا ہے۔(اس لیے بھی کہ اس آخری عشرہ ہی میں "شبِ قدر" ہونے کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں)۔

متعدد روایات میں وارد ہے کہ شبِ قدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں تلاش کیا جائے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آتا تھا تو نبیٔ اکرم ﷺ اپنے تہبند کو مضبوط باندھ لیتے تھے اور رات بھر عبادت کرتے تھے اور اپنے گھر والوں کو (بھی عبادت کے لیے) جگاتے تھے''۔(صحيح البخاري :.....،صحيح المسلم:.......،مشكوة المصابيح:١٨٢)

ایک اور روایت میں ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں کے اندر جتنی محنت سے عبادت کرتے تھے اس کے علاوہ دوسرے دنوں میں اتنی محنت نہ کرتے تھے۔

(صحيح المسلم:.....)

بات دراصل یہ ہے کہ جس کو آخرت کا خیال ہوتا ہو، موت کے بعد حالات کا یقین ہو، اجر وثواب لینے کا لالچ ہو وہ کیوں نہ محنت اور کوشش سے عبادت میں لگے گا، پھر جو اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے اہل وعیال کے لیے بھی پسند کرنا چاہیے۔

نبیٔ اکرم ﷺ خود راتوں کو نمازوں میں اتنا قیام فرماتے تھے کہ قدم مبارک سُوج جاتے تھے (جیسا کہ کئی احادیث میں یہ مضمون آیا ہے) پھر رمضان المبارک کے اندر خصوصاً آخری عشرہ میں اور زیادہ عبادت کو بڑھا دیتے تھے؛ کیونکہ یہ مہینہ اور خاص کر آخری عشرہ آخرت کی کمائی کا خاص موقع ہے۔

شبِ قدر میں بکثرت پڑھنے کی دعا:

ہر شخص کو اپنی ہمت اور وسعت کے مطابق لیلۃ القدر کی تلاش میں سعی اور کوشش کرنی چاہیے، اور رمضان بھر جستجو کرنا چاہیے، اگر یہ نہ ہوسکے تو عشرۂ اخیرہ کو غنیمت سمجھ کر پورے عشرہ میں

اپنے آپ کو عبادت میں لگا دینا چاہیے، اور اگر اتنا بھی نہ ہوسکے تو عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں کو ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو ستائیسویں (٢٧) شب کو تو بہر حال ایک اہم ترین غنیمت سمجھ کر پوری رات عبادت میں لگانے کی کوشش کرنی چاہیے، اور رات میں جاگنے کے لیے دن میں کچھ آرام زیادہ کر لینا چاہیے، تاکہ رات میں تازگی کے ساتھ اپنے آپ کو عبادت میں لگا سکے، اگر کسی کو لیلۃ القدر میں عبادت کرنا نصیب ہو جائے، تو دنیا کی تمام نعمتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں، ایک حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسولِ اکرم ﷺ سے گذارش فرمائی کہ اگر مجھے لیلۃ القدر کا پتہ چل جائے تو اس رات میں مجھے کون سا عمل کرنا چاہیے؟ تو حضرت سید الکونین ﷺ نے یہ دعا پڑھنے کی تلقین فرمائی: ''اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ'' (اے اللہ! تو بیشک معاف کرنے والا ہے، اور کریم ہے، اور معافی کو پسند کرتا ہے؛ لہٰذا تو مجھے معاف فرمادے)۔(سنن الترمذي:١٩١/٢،رقم:٣٥١٣،مسند أحمد:١٧١/٦،رقم:٢٥٨٩٨،سنن ابن ماجه:٢٧٤،رقم: ٣٨٥٠)

جس شخص کو لیلۃ القدر کی علامات کا احساس ہو جائے تو وہ یہ دعا کثرت کے ساتھ پڑھا کرے۔

شبِ قدر کی تعیین وتلاش:

حضرت سید الکونین ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں عبادت کے لیے یکسوئی اختیار فرماتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ تم لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کیا کرو، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جایا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ تم لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں

تلاش کیا کرو۔(سنن الترمذي: ١/١٦٤، صحيح البخاري: ١/٢٧٠)

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اپنے گھر والوں کو عبادت کے لیے اُٹھایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک رسولِ اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں رات کی عبادت کے لیے گھر والوں کو جگایا کرتے تھے۔(سنن الترمذي: ١/١٦٤، رقم: ٧٩٥)

اور ایک روایت میں اس طرح سے مروی ہے کہ حضرت سید الکونین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر تلاش کیا کرو، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔(صحيح البخاري: ١/٢٧٠، رقم: ١٩٧٢)

اور صحیح البخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سنن الترمذی میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی روایات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے باقاعدہ طاق راتوں کی تعیین فرمادی فرمایا: اکیسویں، تئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور آخری شب میں تلاش کیا کرو۔

(صحيح البخاري: ١/٢٧١، رقم: ١٩٧٦، سنن الترمذي: ١/١٦٤، رقم: ٧٩٤)

اسی طرح کے مضمون کی ایک روایت مسند امام احمد میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔(مسند احمد: ٥/٣٢٤، رقم: ٢٣١٤٣)

ان روایات میں اُمت کو اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کوئی بھی رات عبادت سے خالی جانے نہ دی جائے۔

اختلاف اور جھگڑے کی وجہ سے کبھی توجہ ہٹ جاتی ہے:

آپس کا اختلاف اور لڑائی جھگڑے بڑی محرومی کی چیز ہیں، اور اختلاف اور جھگڑے

کی وجہ سے اللہ کی طرف سے اترنے والی رحمت بھی اُٹھ جاتی ہے، اللہ کی رحمت اور توجہ بندوں کے لیے ایسی نعمت ہے کہ اس کا کوئی بدل نہیں، مگر اس اختلاف اور جھگڑے کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے بھی محرومیت کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے، نیز آپس کی لڑائی جھگڑے کی وجہ سے نیک اعمال کی توفیق بھی اُٹھالی جاتی ہے، پھر بجائے نیک اعمال میں مشغول ہونے کے جھگڑے اور فساد کی اسکیمیں بنانے میں وقت خرچ ہونے لگتا ہے، انسان کی جیب پھٹنے سے پیسہ گر جاتا ہے؛ لیکن دلوں کے پھٹنے کی وجہ سے اعمال گر جاتے ہیں، اور نیک اعمال کی توفیق اللہ کی رحمت سے ہی ہوتی ہے، اور دلوں کے اختلاف اور لڑائی جھگڑے کی وجہ سے اللہ کی رحمت اور اس کی توجہ اُٹھالی جاتی ہے۔ چنانچہ سید الکونین ﷺ پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے لیلۃ القدر کی تعیین کے لیے وحی نازل فرمائی، اور آپ ﷺ حضراتِ صحابہ کو بتلانے کے لیے جب باہر نکلنے لگے تو دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں، ان کی لڑائی اور جھگڑے کی وجہ سے اللہ کی طرف سے اترنے والی رحمت اُٹھالی گئی، اور لیلۃ القدر کی تعیین اُمت کے سامنے پیش نہیں کی جاسکی، چنانچہ آپ ﷺ نے حضراتِ صحابہ کے سامنے اس کا اظہار فرمایا کہ میں بتلانے کے لیے آرہا تھا؛ مگر فلاں فلاں کی لڑائی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ بات اُٹھالی ممکن ہے کہ اس میں بھی کوئی خیر ہو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کہ آپ لوگ لیلۃ القدر اُنتیس (٢٩) ستائیس (٢٧) اور پچیس (٢٥) کی شب میں تلاش کیا کرو، دو آدمیوں کی لڑائی سامنے آنے کی وجہ سے لیلۃ القدر حتمی طور پر متعین نہیں ہوسکی، اور لیلۃ القدر کا متعین ہونا اللہ کی طرف سے ایک رحمت ضرور تھی، جو اُٹھ گئی ہے؛ لیکن حتمی طور پر متعین نہ ہونے میں اس سے زیادہ رحمت کی بات سامنے آگئی؛ اس لیے کہ اگر حتمی طور پر ایک رات متعین ہوگئی ہوتی، تو ساری اُمت اسی ایک رات کی عبادت کا انتظار

کرتی، اس کے بعد کسی اور رات میں عبادت نہ کرتی، اور ساری راتیں عبادت سے خالی چھوڑ دیتی ، جو اُمت کے لیے ایک قسم کے خسارے کی بات ہے، اور حتمی طور پر متعین نہ ہونے کی صورت میں پورے عشرہ میں عبادت کے لیے کمر بستہ ہوجاتے ہیں، اور سب کچھ چھوڑ کر دس دن کے اعتکاف میں بیٹھ جاتے ہیں، تو یہ اُمت کے لیے اور زیادہ رحمت کی بات ہوگئی؛ لہٰذا صحابہ کی بعض لڑائی بھی اُمت کے لیے باعثِ رحمت ہوجاتی ہے، یہ دونوں صحابی حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ تھے۔(صحیح البخاري: ١/ ٦٥، رقم: ٤٥٢)

کیا شبِ قدر ستائیسویں شب میں ہوتی ہے؟

شبِ قدر کے ستائیسویں شب میں حتمی طور پر متعین ہونے کے بارے میں کسی بھی طرح کی کوئی صریح روایت موجود نہیں، اور جہاں ستائیسویں شب کا ذکر آتا ہے، وہیں دوسری طاق راتوں کا بھی ذکر آیا ہے، اور نبیٔ اکرم ﷺ نے لیلۃ القدر کی ایک علامت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ جس رات میں لیلۃ القدر ہوگی، اس رات کے گذرنے کے بعد جب صبح کو سورج طلوع ہوگا تو سورج کی جیسی شعائیں ہوتی ہیں اس دن سورج کی روشنی میں وہ شعائیں نہ ہوں گی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ستائیسویں شب کو لیلۃ القدر ہونے کے بارے میں حتمی طور پر دعویٰ کر کے فرمایا تو اس پر لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے کیسے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں شب ہے؟ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے یہ علامت بتائی ہے کہ لیلۃ القدر گذرنے کے بعد جب صبح کو سورج طلوع ہوگا تو اس میں شعائیں نہ ہوں گی، اور ہم نے ستائیسویں شب گذرنے کے بعد صبح کو سورج کو اسی طرح پایا ہے؛ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ستائیسویں شب ہی لیلۃ القدر

ہے۔(اس کی پوری تفصیل سنن ترمذی: ۱/ ۱۶۴، رقم: ۷۹۲ر کے ذیل میں اور حدیث: ۷۹۳۔ اسی طرح حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت امام بیہقی علیہ الرحمہ کی شعب الایمان: ۳/ ۳۳۴، رقم: ۳۶۹۳ر کے تحت موجود ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت مسند احمد: ۱/ ۴۰۶، رقم: ۳۸۵۷ر میں موجود ہے)۔(أنوارِ رسالت: ١٥٩، ١٦٠)

اور امام طبرانی علیہ الرحمہ ''المعجم الکبیر'' میں اور امام بیہقی علیہ الرحمہ نے ''شعب الایمان'' میں اور امام حاکم نیشاپوری علیہ الرحمہ نے ''مستدرک'' میں اور امام عبدالرزاق علیہ الرحمہ نے ''المصنف'' میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت نقل فرمائی ہے ، جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں مختلف نکات کے ذریعہ سے ستائیسویں سب کو لیلۃ القدر ثابت کیا گیا ہے۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی ایک مجلس بلائی اور اس مجلس میں لیلۃ القدر کی تعیین سے متعلق گفتگو ہوئی، تو سارے صحابہ کا اجماع اس بات پر ہوا کہ شبِ قدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں کوئی رات ہے، اس پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ لیلۃ القدر رمضان کی ستائیسویں رات ہے، اور اس کے اوپر مختلف باریکیوں سے دلائل پیش فرمائے ہیں۔

ترجمان القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما (جن کو حبر ہذہ الامۃ کہا جاتا ہے) نے فرمایا: کہ ستائیسویں شب لیلۃ القدر ہونے کے بارے میں حسبِ ذیل دلائل ہیں۔

(۱) خَلَقَ اللّٰهُ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ: اللہ نے آسمان سات پیدا کیے ہیں۔

(۲) وَسَبۡعَ أَرۡضِيۡنَ: اللہ نے زمین سات بنائی ہیں۔

(۳) وَسَبۡعَةَ أَيَّامٍ: اور ایام اور دن بھی سات بنائے ہیں۔

(۴)وَأَنَّ الشَّھْرَیَدُوْرُ فِيْ سَبْعٍ: بے شک مہینہ سات دن کے اندر گھومتا ہے، اور سات دن کے اوپر کوئی دن نہیں ہے، کہ دنوں کے صرف سات نام ہیں، اور انہیں سات میں ہر زمانہ گھومتا رہتا ہے۔ اور مصنف عبدالرزاق اور شعب الایمان کی روایت میں لفظ "شَھْرُ" کی جگہ لفظ "اَلدَّھْرَ" ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زمانہ سات دن کے دائرہ میں گھومتا رہتا ہے۔

(۵)وَخَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ سَبْعٍ: اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے سات مراحل سے گذار کر انسان کی شکل میں دنیا کے اندر رحم مادر سے پیدا فرمایا، اور ان سات مراحل کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مقدس کی سورۃ المؤمنین، آیت: ۱۳/۱۲اور ۱۴/میں خوبصورت انداز سے بیان فرمایا ہے۔

(۶)وَیَـأْکُلُ مِنْ سَبْعٍ: زمین سے اُگنے والی سات قسم کی پیداوار کو انسان غذا اور تفکُّہ کے طور پر کھاتا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ عبس، آیت: ۲۴/ سے ۳۲/ تک میں بہت خوبصورت انداز سے بیان فرمایا ہے کہ "چاہیے کہ انسان اپنے کھانے اور غذا کو دیکھے کہ وہ کتنے مراحل طے کرکے وجود میں آئی ہے، ہم نے اوپر سے پانی برسایا، پھر زمین کو پھاڑ کر اس میں سے غلہ اور اناج اُگایا، (۱) غلہ پیدا کیا (۲) انگور پیدا کیا (۳) ترکاری پیدا کی (۴) زیتون پیدا کیا (۵) کھجوریں پیدا کیں (۶) میوے پیدا کیے (۷) گھاس اور سبزیاں اُگائیں"۔

اور زمین سے اُگنے والی سات قسم کی اشیاء انسانوں اور ان کے جانوروں کے لیے کھانے کی چیزیں ہیں۔

(۷)وَیَسْـجُـدُ عَـلٰی سَبْعٍ: انسان اللہ کی عبادت میں سات ہڈیوں اور سات اعضاء سے سجدہ کرتا ہے۔

(۸)وَالطَّوَافُ بِالْبَیْتِ سَبْعٌ: بیت اللہ شریف کا طواف سات چکروں سے پورا ہوتا ہے۔

(۹)وَرَمْـيُ الْـجِـمَـارِ سَبْعٌ: منیٰ میں جمرات کی رمی سات سات کنکریوں سے پوری ہوتی ہے۔

یہاں تک حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کی بات پوری ہوگئی۔

(۱۰)بعض روایات میں ہے کہ صفا مروہ کے درمیان سعی کی تکمیل سات چکروں سے ہوتی ہے۔

اور ان تمام نکات سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہمانے ثابت فرمایا کہ لیلۃ القدر ستائیسویں شب ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حیرت انگیز ذہانت اور فراست کی بات ہے کہ ایسے نکات بیان فرمادیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حیرت میں ہوکر فرمایا کہ جو تم نے سمجھا وہی ہم کو بھی سمجھ میں آیا ہے (یعنی تم نے جو دلائل پیش کیے ہیں ان کا کوئی جواب نہیں۔) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہمانے یہ (بھی) فرمایا: کہ آخری عشرہ کی دس راتوں میں سے ساتویں شب لیلۃ القدر ہوگی، یعنی ستائیسویں شب یا ان دس میں سے جب سات راتیں باقی رہیں تب ہوگی، یعنی تئیسویں (۲۳) شب لیلۃ القدر ہوگی، جو سات کے عدد کے موافق ہے۔ (المعجم الکبیر ۲۶۵/۱۰: ، رقم: ۱۰۶۱۸، مصنف عبدالرزاق: ۲۴۶/٤، رقم: ۷٦۷۹، شعب الایمان ۳۳۱/۳: ، رقم: ۳٦۸٦، مستدرك حاكم: ۲۲۵٦/٦ ، رقم: ٦۲۹۷، أنوارِ رسالت: ۱۵۹-۱٦۲)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں شبِ قدر کی تلاش کی توفیق عطا فرمائے، اور اس مبارک رات کے ساتھ ساتھ دیگر راتوں کو بھی عبادت میں گذارنے کی توفیق بخشے۔ آمین.

ہم اختصار کے پیش نظر اس رسالہ کو اسی بحث پر ختم کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحفۂ صدقۃ الفطر

رمضان المبارک کے اختتام پر مشروع دین اسلام کی
ایک اہم عبادت ''صدقۂ فطر'' کے مختصر احکام ومسائل
قرآن وسنت اور آثارِ سلف کی روشنی میں

مرتب

مولانا قاری محمد سلمان الخیر النعیمی قاسمی

استاذِ عربی دار العلوم وقف شاہ بہلول سہارنپور یوپی، الہند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدقۃ الفطر کے احکام ومسائل

اس سے قبل کہ ہم صدقۃ الفطر کے احکام ومسائل بیان کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مطلق صدقات وخیرات کے چند دنیوی واُخروی منافع وفوائد بھی بیان کردیے جائیں، تاکہ اس سلسلے میں رغبت واشتیاق رکھنے والے حضرات ہر خیر کے موقع پر مزید دل کھول کر پورے انشراح کے ساتھ صدقات وخیرات کا اہتمام کریں۔

صدقہ؛ مال میں خیر وبرکت اور اضافہ کا سبب ہے:

عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ صدقہ وخیرات کرنے سے مال گھٹ جاتا ہے؛ لیکن قرآن وحدیث کی صراحت یہ ہے کہ صدقہ سے مال گھٹتا نہیں؛ بلکہ بڑھتا ہے۔ ایک حدیث میں نبیٔ اکرم نے فرمایا:

''کسی آدمی کا مال صدقہ کی وجہ سے کم نہیں ہوتا اور جب بھی کسی انسان پر ظلم کیا جائے جس پر وہ صبر کرے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرماتے ہیں، اور جب بھی کوئی آدمی کسی سوال کا دروازہ کھولے، تو اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا باب کھول دیتا ہے''۔

(سنن الترمذی: ٢/ ٥٨، مسند احمد: ٤/ ٢٣١، المتجر الرابح: ١٣٩)

سوال یہ ہے کہ بظاہر دیکھنے میں تو جب زکوۃ یا صدقہ نکالا جاتا ہے، تو مال گھٹتا ہوا نظر آتا ہے، پھر یہ کیوں کہا گیا کہ صدقہ سے مال نہیں گھٹتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ صدقہ کی وجہ سے اگرچہ بظاہر مال کم ہوتا دکھائی دیتا ہے، مگر اس کی بنا پر من جانب خداوندی

جو برکت ہوتی ہے،خواہ بعد میں کاروبار میں اضافہ کی صورت میں ہو،یا نقصانات وبلیات سے حفاظت کی صورت میں،وہ صدقہ کی مقدار کے مقابلہ کہیں زیادہ ہوجاتی ہے۔جیسا کہ ایک صحیح روایت میں وارد ہے کہ:

ایک آدمی جنگل میں چلا جارہا تھا،اچانک اس نے بادلوں میں سے آواز سنی کہ فلاں آدمی کے باغ کی سینچائی کر،تو اچانک بادل کا ایک ٹکڑا الگ ہوا اور اس نے ایک وادی میں پانی برسایا،وادی کا سب پانی ایک نالے میں جمع ہوکر بھر کر چل پڑا،تو وہ آدمی پانی کے پیچھے پیچھے چلا،آگے جا کر کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا ہوا پانی کا رُخ اپنے پھاوڑے سے باغ کی طرف کررہا ہے،تو اس شخص نے اس سے پوچھا کہ:"تمہارا کیا نام ہے"؟اس نے بتایا تو یہ وہی نام تھا جس کو اس نے بادل کی آواز میں سنا تھا،تو باغ والے نے سوال کیا کہ آخر تمہیں میرا نام پوچھنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟اس نے جواب دیا کہ یہ پانی جس بادل سے برسا ہے اس میں سے میں نے آواز سنی تھی کہ فلاں یعنی تمہارے باغ کی سینچائی کرے؛لہٰذا بتاؤ تم اس باغیچے کی آمدنی کا کیا کرتے ہو؟اس باغ والے نے جواب دیا کہ میں اس کی کل آمدنی تین حصوں میں بانٹ دیتا ہوں:ایک تہائی حصہ صدقہ کردیتا ہوں،اور ایک تہائی حصہ میں سے میں اور میرے گھر والے کھاتے ہیں،اور ایک تہائی حصہ پھر باغ میں لگا دیتا ہوں۔(صحیح مسلم :۲/۴۱۱،المتجر الرابح:۱۴۰)

تجربہ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ زکوۃ دینے والوں کا مال بڑھتا ہی رہتا ہے،اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ اہل مدارس مالی تعاون کے لیے ہرسال جن اہل خیر حضرات کے پاس جاتے ہیں تو پرانی رسید دکھاتے ہیں اور عام طور پر کوشش کرتے ہیں کہ پچھلی مرتبہ سے زیادہ چندہ وصول کریں،اور اکثر لوگ اضافہ کر بھی دیتے ہیں،حالانکہ اگر زکوۃ سے مال

گھٹتا ہوتا تو پچھلا والا ہی دینا مشکل ہوتا؛ چہ جائے کہ بڑھا کر دینا؛ اس لیے بہر حال حدیث کے مضمون پر یقین کرنا لازم ہے۔

عید کی خوشیوں میں غریبوں کو بھی شریک ہونے کا موقع فراہم کیجیے:

عید کا دن بہت مبارک اور اللہ تعالیٰ کی مہمانی کا دن ہے،آج کے دن ہم سب خدا کے مہمان ہیں،اسی وجہ سے آج کا روزہ حرام ہوگیا؛ کیونکہ جب خدا نے ہمیں مہمان بنا کر کھانے پینے کا حکم دیا ہے تو ہم کو اس سے ہرگز منہ نہ موڑنا چاہیے،آج کے دن روزہ رکھنا گویا اللہ تعالیٰ کی مہمانی کو رد کرنا ہے،یہ ہم مسلمانوں کا بہت بڑا تیوہار ہے،ہمارے تیوہار میں کھیل تماشہ،اور ناچ گانا وغیرہ نہیں ہوتا،کسی کو تکلیف دینا،ستانا نہیں ہوتا؛ بلکہ جس کو اللہ نے دیا ہے،اور ساتھ ہی ساتھ اس کے سینہ میں سِل نہیں بلکہ دھڑکتا ہوا دل ہے،تو وہ دوسرے ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرتا ہے،مالدار جب اپنے پھول سے بچوں کو اُجلے اُجلے کپڑوں میں خوشی خوشی اُچھلتا کودتا دیکھتا ہے،تو غریب کے مرجھائے ہوئے چہرے اور اس کے بچوں کی حسرت بھری نظریں اس سے دیکھی نہیں جاتیں،دینی ذہن رکھنے والا مسلمان دولت مند اپنے گھر کے قسم قسم کے خوشبودار اور لذیذ کھانوں کو اس وقت تک ہاتھ نہیں لگاتا جب تک کہ مفلس پڑوسی کے گھر میں سے دھواں اُٹھتا نہ دیکھ لے،بھلا میری کیا عید اگر میرا پڑوسی آج کے دن بھی بھوکا رہا،بھلا میری جگمگ اور حسین وجمیل بیوی مجھے کیسے بھا سکتی ہے؛ جبکہ برابر میں ایک نادار ومفلس کی بیوی کے کپڑوں میں تین تین پیوند ہیں۔اگر خدانخواستہ ہم اتنے غیرت مند نہیں ہیں۔اور مسلمان غیرت مند کیوں نہ ہو؟ تو ہمارا غیور خدا تو اس کو برداشت نہیں کرسکتا کہ میرا ایک محتاج بندہ اپنے میلے کپڑوں کی وجہ سے عید کی نماز تک میں شریک ہونے سے شرمارہا ہے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے جب اپنے ساتھ کھیلنے والے

بچوں کے پاس جھل مِل کرتے ہوئے شاندار کپڑے اور کھنا کھن بجتے ہوئے پیسے دیکھ کر اپنی ماں سے منھ بسور کر ''امّاں ہم بھی ایسا ہی لیں گے'' کہتے ہیں، پھر ان کی ماں بچوں کو کلیجے سے لگاتے ہوئے آنسوں پونچھتے ہوئے کہتی ہے کہ ''بیٹا ہاں تم کو بھی دلائیں گے'' اور یہ کہتے ہوئے مارے غم کے بے اختیار اس کی چیخ نکل پڑتی ہے اور اس کے دُکھی دِل پر فکر و غم کے بادل چھا جاتے ہیں، تو یہ منظر خدائے رحیم و کریم سے دیکھا نہیں جاتا، اور کون غیرت مند دیکھ سکتا ہے؟ اس لیے خدا نے اپنے خوش حال بندوں پر یہ لازم کر دیا ہے کہ جب تک وہ میرے غریب بندوں اور بندیوں کے آنسوں نہ پونچھ دیں، جب تک اُن کا تن بدن نہ ڈھانپ دیں، جب تک ان کا چولہا گرم نہ کر دیں، جب تک ان کے نونہالوں کو مسکراتا نہ دیکھ لیں، خود عید نہ منائیں، جب تک ان کے دل کی کلی نہ کھل جائے میرے سامنے نہ آئیں، جب تک غریب کی بیوی کے یہاں عید منانے کا انتظام نہ ہو جائے، اپنی بیوی کی پازیب کو بیڑی اور ہار کو طوق سمجھیں، آپس کی اس ہمدردی کے کم سے کم اور ضروری سے حصے کا نام ''صدقۃ الفطر'' ہے، صدقۂ فطر مسلمانوں کی آپس کی ہمدردی کا وہ کم سے کم اور گرے سے گرا حصہ ہے کہ اگر اتنا بھی نہ ہو تو مالداروں پر خدائی قہر اُترتا ہے، ان کی کمائیوں کی برکتیں ختم ہو جاتی ہیں، خدائے قہار ان کے پیچھے ایسی اُلجھنیں لگا دیتا ہے کہ صدقۂ فطر سے کہیں زیادہ پیسہ برباد ہو جاتا ہے اور کسی غریب کے ایک دن کے رونے کی پروانہ کرنے کی سزا میں خدائے غیور اس بے غیرت دولت مند کو کبھی کبھی برسوں گھٹنوں میں سر دے کر رُلاتا ہے اور جب یہ بندے خوشیوں اور مسرتوں میں دوسروں کو اپنا شریک نہیں بناتے تو خدائے دانا و بینا غموں تکلیفوں، آنسوؤں اور ہچکیوں میں دونوں کو شریک کر کے اپنے تمام بندوں کو یکساں کر دیتا ہے۔

(رمضان کیا ہے؟:١٧٥)

نقد فائدہ:

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اکثر عبادات کے ثواب اور نتیجہ کا وعدہ آخرت کی زندگی میں کیا گیا ہے، مثلاً نماز سے جنت میں فلاں نعمت ملے گی، روزہ داروں کو فلاں ثواب کا مستحق بنایا جائے گا وغیرہ وغیرہ، مگر زکوٰۃ اور صدقات کے لیے جہاں آخرت میں عظیم الشان اجر و ثواب کا ذکر ہے، وہیں دنیوی نقد فائدہ کو بھی بیان فرمایا گیا ہے، اور یہ فائدہ اتنا عظیم ہے کہ دنیا کی کسی دولت سے اس کی قیمت نہیں لگائی جا سکتی، اور اس فائدے کے حصول کے لیے انسان بڑی سے بڑی قربانی دینے اور مالی نقصان برداشت کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے، وہ فائدہ یہ ہے کہ زکوٰۃ اور صدقہ ادا کرنے سے بلائیں اور مصیبتیں ٹلا دی جاتی ہیں۔ نبیٔ کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

بَادِرُوْا بِالصَّدَقَةِ فَإِنَّ الْبَلاءَ لاَيَتَخَطَّاهَا. (مشکوۃ المصابیح:١/١٦٧)

''صدقہ جھٹ پٹ دیا کرو اس لیے کہ مصیبت صدقہ سے آگے نہیں بڑھتی''۔

یعنی اللہ تعالیٰ صدقہ کی وجہ سے مصیبت کو دفع فرما دیتے ہیں، اور ایک دوسری حدیث شریف میں وارد ہے:

اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ.

(سنن الترمذی:١/١٤٤، مشکوۃ المصابیح:١٦٨)

''بے شک صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور بُری موت سے بچاتا ہے''۔

یعنی سخت بیماری اور سنگین حالات سے بچانے میں مفید ہے۔

نیز ایک مرسل روایت میں ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حَصِّنُوْا اَمْوَالَكُمْ بِالزَّكٰوةِ وَدَاوُوْا[اَمْرَاضَكُمْ]بِالصَّدَقَةِ وَاسْتَقْبِلُوا

اَمْوَاجَ الْبَلَاءِ بِالدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ. (مراسيل أبي داؤد:٨،المتجر الرابح:١٣٧)

"زکوۃ ادا کر کے اپنے اموال کی مضبوط حفاظت کا انتظام کرو، اور صدقہ کے ذریعہ اپنے مریضوں کا علاج کرو، اور دعاء وگریہ وزاری کے ذریعہ آسمانوں کے طوفانوں کا مقابلہ کرو"۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ صدقہ وخیرات میں دارین کا فائدہ ہے۔

روزہ کی زکوۃ:

روزہ دار کتنا ہی اہتمام کرے، روزہ کے دوران کچھ نہ کچھ کوتاہی ہو ہی جاتی ہے، کھانے پینے اور روزہ توڑنے والی باتوں سے بچنا آسان ہوتا ہے؛ لیکن لغو کلام، فضول مصروفیات اور نامناسب گفتگو سے مکمل احتراز نہیں ہو پاتا، اس لیے اس طرح کی کوتاہیوں کی تلافی کے لیے رمضان المبارک کے ختم پر صدقۃ الفطر کے نام سے گویا کہ روزہ کی زکوۃ الگ سے واجب قرار دی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"نبی کریم ﷺ نے صدقۂ فطر کو ضروری قرار دیا، جو روزہ دار کے لیے لغو اور بے حیائی کی باتوں سے پاکیزگی کا ذریعہ ہے، اور مسکینوں کے لیے کھانے کا انتظام ہے، جو شخص اسے عید کی نماز سے پہلے ادا کردے تو یہ مقبول زکوۃ ہوگی اور جو اسے نماز کے بعد ادا کرے تو یہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے"۔

(سنن أبي داؤد،رقم:١٦٠٩،سنن ابن ماجه:١/٢٢٧،رقم:١٨٢٧)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صدقۂ فطر واجب ہونے کے دو مقاصد ہیں: (۱) روزہ کی کوتاہیوں کی تلافی۔ (۲) اُمت کے مسکینوں کے لیے عید کے دن رزق کا انتظام۔ تاکہ

وہ بھی اس روز لوگوں کی خوشیوں میں شریک ہوسکیں۔

اسی لیے امام الانبیاء جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَغْنُوْهُمْ عَنِ السُّؤَالِ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ. (منهاج المسلم:٤٣٤)

"اس دن مسکینوں پر اتنا خرچ کرو کہ وہ سوال سے بے نیاز ہوجائیں"۔

اس لیے صاحبِ وسعت مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ صدقۂ فطر بروقت ادا کرنے کا اہتمام کریں، جیسا کہ حدیثِ بالا میں فرمایا گیا کہ نمازِ عید سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنے کا ثواب زیادہ ہے، اسی بنیاد پر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما عید سے دو تین دن پہلے ہی صدقۃ الفطر ادا کردیا کرتے تھے۔(سنن أبي داؤد،رقم:١٦١٠)

اور یہ مناسب بھی ہے، تاکہ مستحق حضرات پہلے ہی سے عید کی تیاری کرسکیں۔

اب ذیل میں صدقۃ الفطر سے متعلق چند ضروری مسائل ذکر کیے جاتے ہیں:

صدقۂ فطر کس پر واجب ہے؟

جو شخص زندگی کی لازمی ضروریات کے علاوہ اتنی قیمت کے مال کا مالک ہو، جس پر زکوۃ واجب ہوسکے، اس شخص پر عید الفطر کے دن صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

(حاشية الطحطاوی:٣٩٤،تاتارخانيه:٣/٤٥٣،هدايه:١/٢٠٨)

فائدہ: صدقۂ فطر اور زکوۃ کے وجوب میں قدرے فرق ہے، زکوۃ میں مالِ نامی (بڑھنے والا مال) ہونا لازمی ہے، صدقۂ فطر میں یہ ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح زکوۃ کی ادائیگی کا وجوب سال گذرنے کے بعد ہوتا ہے، صدقۂ فطر فوراً واجب ہوجاتا ہے۔ البتہ اس معاملہ میں زکوۃ اور صدقۃ الفطر متحد ہیں کہ یہ مال قرض اور ضرورتِ اصلی سے زائد

ہونا چاہیے، ورنہ زکوۃ اور صدقۂ فطر واجب نہ ہوگا۔(کتاب المسائل:٢٧٨/٢)

خالی پڑے مکانات کی قیمت پر صدقۂ فطر واجب ہے:

اگر کسی کے پاس کئی مکانات ہیں، ایک میں وہ رہتا ہے بقیہ خالی پڑے ہیں اور ان کی قیمت نصاب یا اس سے زائد ہے اور ان پر اس کا گذارہ نہیں تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔(بہشتی زیور:٣٤/٣،تاتار خانية :٤٥٤/٣،خانية على الهندية:٢٢٧/١،بزازية على الهندية:١٠٦/٤)

مسافر پر صدقۂ فطر:

جس طرح صاحبِ نصاب مقیم پر صدقۂ فطر واجب ہے اسی طرح مسافر مستطیع پر بھی صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے، اور عید کے دن وہ مسافر جہاں موجود ہو، وہیں کی قیمت لگائی جائے گی۔(الدر المنتقى على مجمع الانهر:٢٢٦/١،الفتاوى الولوالجية:٢٤٤/١)

جو مریض رمضان کے روزے نہ رکھ سکا ہو اس پر صدقۂ فطر:

جو شخص بیماری کی وجہ سے رمضان کے روزے نہ رکھ سکا ہو؛ لیکن وہ عید الفطر کی صبح صادق کے وقت صاحبِ نصاب ہو تو اس پر صدقۂ فطر لازم ہوگا۔(الولوالجية:٢٤٤/١،حاشية الطحطاوي:٣٩٥،خانية:٢٣٠/١،تاتار خانية :٤٦٣/٣،هندية:١٩٢/١)

مال ضائع ہو جانے کے باوجود صدقۃ الفطر کا وجوب برقرار:

اگر کسی شخص پر حسب ضابطہ صدقۃ الفطر واجب ہو چکا تھا، پھر اس کا سب مال ضائع ہو گیا، تو بھی صدقۃ الفطر اس سے ساقط نہ ہوگا؛ بلکہ جب بھی گنجائش ہوگی اس پر صدقۂ فطر کی ادائیگی لازم ہوگی۔(بدائع الصنائع:٢٠٨/٢،الدر المختار :٣١٤/٣،خانية:٢٣٢)

صدقۃ الفطر کے وجوب کا وقت:

صدقۃ الفطر کے واجب ہونے کا وقت عید الفطر کی صبح صادق ہے؛ لہٰذا جو شخص اس وقت کو نصاب کے مالک ہونے کی حالت میں پائے اس پر صدقۂ فطر واجب ہوگا۔

(هندية:١٩٢/١،بدائع الصنائع:٢٠٦/٢،خانية:٢٣٢/١،هدايه:٢١١/١)

نابالغ بچوں کی طرف سے صدقۂ فطر:

جو نابالغ بچے خود کسی نصاب کے مالک نہ ہوں ان کی طرف سے ان کے باپ پر صدقۂ فطر نکالنا واجب ہے، اور اگر وہ بچے خود صاحبِ نصاب ہوں تو ان کے مال سے صدقۂ فطر نکالا جائے گا۔(عالمگیری:١٩٢/١،طحطاوي على المراقي: ٣٩٤، هدايه: ٢٠٨/١،تاتار خانية :٣٦٠/٣)

بڑی اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر:

عاقل، بالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا باپ پر ضروری نہیں ہے؛ لیکن اگر وہ بچے باپ کی پرورش میں رہتے ہوں اور باپ ان کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کر دے تو درست ہو جائے گا۔(الدر المختار :٣١٧/٣،تاتار خانية :٤٥٩/٣۔ ٤٦١ ، هداية:١/ ٢٠٩،البحر الرائق:٢٥٢/٢)

کیا بیوی کا صدقۂ فطر شوہر پر ہے؟

بیوی کا صدقۂ فطر شوہر پر واجب نہیں ہے؛ لیکن اگر اس کی طرف سے ادا کر دے، تو ادا ہو جائے گا، خواہ بیوی سے اجازت لی ہو یا نہ لی ہو۔(تاتار خانية :٤٦٠/٣۔٤٦١،الدر المختار :٣١٧/٣،هداية :٢٠٩/١،مراقي الفلاح:٣٩٥)

صدقۃ الفطر کی ادائیگی کا مستحب وقت:

مستحب یہ ہے کہ عید الفطر کے دن نمازِ عید کے لیے جانے سے پہلے پہلے صدقۃ الفطر

ادا کردیا جائے۔(سنن الترمذي:۱/۱٤٦،هداية:۱/۲۱۱،تاتار خانية:۳/٤٥۱ ، هندية:۱/۱۹۲)

صدقۂ فطر رمضان المبارک میں ادا کرنا:

صدقۂ فطر رمضان المبارک میں بھی دینا درست ہے ؛البتہ رمضان المبارک سے پہلے ادا کرنا مفتی بہ قول کے مطابق درست نہ ہوگا۔(تاتار خانية:۳/٤٥۲)

عید کی نماز کے بعد صدقۂ فطر ادا کرنا:

افضل یہ ہے کہ عید الفطر کی نماز سے پہلے فطرہ ادا کردیا جائے ؛لیکن اگر اس وقت ادا نہ کیا تو بعد میں جب چاہے ادا کرسکتا ہے اور جب بھی ادا کرے گا، وہ ادا ہی کہلائے گا، اس کو قضا نہیں کہا جائے گا۔(مجمع الأنهر :۱/۲۲۸،بدائع الصنائع:۲/۲۰۷،البحر الرائق:۲/٤٤٥)

صدقۂ فطر کی شرعی مقدار:

صدقۂ فطر کی مقدار ایک صاع کھجور، کشمش یا جو یا نصف صاع گیہوں (یا اس کا آٹا یا ستو) ہے، نصف صاع کی مقدار موجودہ اوزان کے اعتبار سے ایک کلو ۵۷۴ ؍گرام ۶۴۰ ملی گرام ہوتی ہے، اس کی قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔(حاشية الطحطاوي على المراقي: ۳۹۵، ردالمحتار:۳/۳۱۹،مستفاد :ایضاح المسائل:۹۸،کتاب المسائل:۲/۲۸۲)

صاحبِ حیثیت حضرات کے لیے مشورہ:

آج کل نصف صاع کے اعتبار سے ایک صدقۂ فطر کی مقدار بہت کم بیٹھتی ہے ، جو بڑے مالداروں کے لیے کوئی حیثیت اور وقعت نہیں رکھتی ، اس لیے ایسے لکھ پتی اور کروڑ پتی سرمایہ دار حضرات کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ زیادہ ثواب حاصل کرنے کے لیے نصف صاع گیہوں کی قیمت لگانے کے بجائے ایک صاع (تین کلو ڈیڑھ سو گرام) کھجور

یا کشمش کا حساب لگایا کریں، اس میں ان کو ثواب زیادہ ملے گا اور فقراء کا نفع زیادہ ہوگا۔

روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: پیغمبر ﷺ نے ایک صاع کھجور یا جو یا آدھا صاع گیہوں کا صدقہ ضروری قرار دیا ہے، جو ہر آزاد، غلام مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے پر لازم ہے؛ لیکن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لائے اور یہ دیکھا کہ گیہوں کا بازاری بھاؤ سستا ہے، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر وسعت فرمائی ہے، اس لیے اگر تم صدقۂ فطر ہر چیز کا ایک صاع کے حساب سے نکالو، تو زیادہ بہتر ہے۔(سنن ابی داؤد:۱/۲۲۹،رقم:۱۶۲۲)

اس سے معلوم ہوا کہ وسعت رکھنے والے صاحبِ حیثیت لوگوں کو اضافہ کے ساتھ ۲۳۲۳ صدقۂ فطر نکالنا چاہیے۔(بذل المجهود:٦/٤٥٤)

صدقۂ فطر میں بازاری بھاؤ کا اعتبار ہے:

صدقۂ فطر میں بازاری بھاؤ کا اعتبار ہوتا ہے، کنٹرول یا راشن کی دوکانوں کے رَیٹ کا اعتبار نہیں ہے۔(مستفاد :الدر المختار مع الرد:۳/۲۱۱،هندية:۱/۱۸۰،فتح القدير:۲/۲۱۹،فتاویٰ رحیمیه:۳/۱۱۳،فتاویٰ محمودیه:۹/٦۲٤)

سادات کے لیے صدقۃ الفطر حلال نہیں:

سادات (خانوادۂ بنی ہاشم) کو صدقۃ الفطر دینا درست نہیں ہے۔

(تاتار خانية :۳/٤٦۱،مراقی الفلاح:۳۹۳،هندية:۱/۱۸۹،هداية:۱/۲۰٦)

فطرہ کی رقم مسجد یا قبرستان میں لگانا:

فطرہ کی رقم کا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا ہے؛ لہٰذا جس طرح مسجد اور قبرستان وغیرہ

میں زکوۃ لگانا جائز نہیں اسی طرح فطرہ کی رقم لگانا بھی درست نہ ہوگا۔(الفتاویٰ الهندية: ١/ ١٩٤ ،الدر المختار مع الرد:٣/ ٢٩١ ،البحر الرائق:٢/ ٢٤٣).

اختصار کے پیش نظر ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں، مزید مسائل کے لیے مبتلا بہ شخص کسی معتبر عالم دین سے رابطہ کرے۔

بارگاہِ ایزدی میں دست بدعاء ہوں کہ الٰہی !احقر الحقیر کی یہ حقیر سی خدمت، مختصر سارسالہ ''انواراتِ رمضان المبارک'' بھی اپنے لطف وکرم سے قبول فرما، اور اپنے بندوں اور بندیوں کو اس سے منتفع فرما، اور میرے لیے اور میرے اساتذہ ومشائخ اور والدین مکرمین کے حق میں اس کو ذخیرۂ آخرت وذریعۂ نجات ومغفرت بنا۔ آمین. وللّٰہ الحمد اولہ وآخرہ .فیارب!ان کان صوابافمنک وان کان خطأ فمن تلقاء نفسی وما ابرئ نفسی.

احباب کا کرم ہے اگر نکتہ چیں نہ ہوں
ورنہ ہم آپ معترف اپنی خطا کے ہیں
جو طلب میں نے کیا تو نے عنایت سے دیا
تیرے قربان میرے ناز اُٹھانے والے

أحقرُ العباد وأصغرهم

محمد سلمان الخیر نعیمی سہارنپوری

غفر اللّٰہ ذنوبہٗ وستر عیوبہٗ

خادم التدریس: دار العلوم وقف شاہ بہلول، سہارنپور، یو۔ پی، الہند
یکم شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ، مطابق ۷/اپریل ۲۰۱۹ء بروز یکشنبہ، قبیل صلوۃ العصر
درحجرۂ مسجد اندرونِ محلّہ، نزد قطب شیر، سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قارئین کرام سے ایک ضروری اپیل

قارئین کرام! بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ حضرات ایک عرصہ سے موقع بہ موقع ''**دار المطالعة**'' کے زیر اہتمام شائع ہونے والی مختلف اہم مہم مضامین پر مشتمل علمی، عملی، اصلاحی، تحقیقی فکری، اور انقلابی کتابوں سے مستفید ہوتے چلے آرہے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے ذوق وشوق کو بحال رکھتے ہوئے اس میں اضافہ فرمائے، اور ''**دار المطالعة**'' کو مزید سرگرم عمل رہنے کی توفیق سے مالا مال رکھے، آمین۔

ایک اہم بات آپ حضرات کے گوش گزار کرنی ہے کہ ''**دار المطالعة**'' کوئی تجارتی ادارہ یا کتب خانہ نہیں ہے، اور نہ ہی اس کا کوئی مستقل فنڈ یا آمدنی کا ذریعہ ہے، بس چند احباب کے صرفِ زر وبذلِ ہمت ہی سے اس کے اخراجات کی کفالت ہوتی ہے، اور وہ بھی بہت محدود مقدار میں، جس کی بنا پر ہم کئی اہم علمی سوغات اور تحقیقی کتب آپ کی خدمت میں پیش کرنے سے قاصر ہیں، لہٰذا آپ حضرات سے اپیل ہے کہ ''**دار المطالعة**'' میں اپنی طرف سے اور اپنے مرحومین کے ایصالِ ثواب کی نیت سے کتابیں شائع ہونے کے اسباب ووسائل مہیا فرما کر اور دینی کتابیں فراہم فرما کر اجر جزیل حاصل کریں۔

یا پھر ماہانہ تین سو (۳۰۰) روپئے کا ممبر اور خادم بن کر اس کارِ خیر میں ضرور حصہ داری کیجئے۔

خوشخبری

دار المطالعة کے منصوبات میں ایک علمی واصلاحی ماہانہ ''مجلّہ اور ماہنامہ'' کی اشاعت بھی ہے، ان شاء اللہ جلد ہی اس کی اشاعت کا سلسلہ بھی عمل میں آئے گا۔

ممبر بننے اور کتابوں کی اشاعت میں معاون بننے کے لیے رابطہ کریں:

(قاری) احمد نعیمی المظاہری
نائب ناظم اعلیٰ ''**دار المطالعة**'' نعیمیہ لائبریری، خورشید منزل، متصل مسجدِ خانقاہ،
بڈھاکھیڑہ کاتلہ، ضلع سہارنپور، یوپی، انڈیا
09897243116

مؤلف محترم کی تازہ ترین تالیفات

دبستانِ قرآنِ مجید

تالیف

مولانا قاری محمد سلمان الخیر النعیمی قاسمی

استاذِ عربی دار العلوم وقف شاہ بہلول سہارنپور یوپی، الہند

معتمد جامعہ عربیہ احسن العلوم

شیخ الہند کالونی بڈھاکھیڑہ کاتلہ ضلع سہارنپور یوپی انڈیا

شائع کردہ

دار المطالعہ

نعیمیہ لائبریری، بڈھاکھیڑہ، کاتلہ ضلع سہارنپور یوپی، الہند

حصہ اوّل

برائے درجاتِ ابتدائیہ

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ (الحدیث)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

نونہالانِ امت (چھوٹے بچوں) کی دینی ونبوی تعلیم وتربیت کے لئے ایک مختصر مگر جامع انتخاب

دینی فلاحی نصاب

زیرِ سرپرستی

حضرت اقدس الحاج مولانا نعیم احمد صاحب مظاہری

استاذ تفسیر مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

تالیف **محمد سلمان الخیر النعیمی قاسمی**

استاذِ عربی دار العلوم وقف شاہ بہلول سہارنپور یوپی، الہند

معتمد مکتب دینیات شیخ الہند، بڈھاکھیڑہ، کاتلہ ضلع سہارنپور

شائع کردہ لجنة العلماء نعیمیہ لائبریری، بڈھاکھیڑہ، کاتلہ ضلع سہارنپور